پُل صراط
پر ایک قدم
ارشاد عرشی ملک

پُل صراط

پر ایک قدم

ارشادعرشی ملک

۲۰۰۳ء

مجموعہ کلام: پُل صراط پر ایک قدم

شاعرہ: ارشادعرشی ملک

طبع اول: ۲۰۰۳ء

تعداد: ۱۰۰۰

سرورق ڈیزائننگ اور تزئین وآرائش۔راشدہ کرن خان۔آئرلینڈ

ناشر: لجنہ اِماءاللہ اسلام آباد پاکستان

پتہ برائے رابطہ

Irshad Arshi Malik

House no 189

Street no 18

F-10/2

Islamabad

PAKISTAN

Ph no -051 2298056

arshimalik50@hotmail.com

شاعرہ کے دیگر مجموعہ ہائے کلام

1۔تیرے در کے فقیر ہیں مولا۔۔۔2001

2۔پُل صراط پر ایک قدم۔۔۔۔۔2003

3۔فریادِ درد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2005

4۔بھرے شہر میں بن باس۔۔۔۔2008

5۔ماں کا پیغام،بچوں کے نام۔۔2010

6۔سوا نیزے پر سورج۔۔۔۔۔۔2011

محترم قارئین ان شعری مجموعوں میں سے پہلے تین اب آوٹ آف سٹاک ہو چکے ہیں۔

ان کے نئے ایڈیشن شائع کرنا اور دنیا کے مختلف حصوں میں بسنے والے سخن فہموں تک پہنچانا بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔

اس لئے خاکسار نے یہی سوچا کہ ان کو ''ای بکس'' کی شکل میں محفوظ کر دیا جائے اور بذریعہ ای میل قارئین تک بھیج دیا جائے۔

ناچیز کو اپنی بات کہنے کا جو بھی ہنر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا حضرت مسیح موعودؑ کی جوتیوں کے طفیل عطا فرمایا اس لئے یہ سارا کلام جماعت احمدیہ کی امانت ہے۔

سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

جہاں تک مجھ ناچیز کے بس میں تھا میں نے اسے محفوظ رکھنے اور جماعت کے قارئین تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ میری اس ناچیز مساعی کو قبول فرمائے اور اسے میرے پیارے والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے۔

آمین ثم آمین

ارشادعرشی ملک

اپنے پیارے رسول

محمد مصطفٰی ﷺ کے نام

جنہوں نے فرمایا:

”خدا تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں“

قولِ حکیمانہ

اُنہی ﷺ کے قول کو قولِ حکیمانہ کہے دنیا
انہی ﷺ کے رنگ کو رنگِ جداگانہ کہے دنیا
مرے پیارے محمد ﷺ کی مجھے تلقین ہے عرشی
خدا کا ذکر کر اتنا کہ دیوانہ کہے دنیا

چند یادیں

اور درخواستِ دعا

اللہ کے فضل وکرم سے میری شاعری کا دوسرا مجموعہ ''پُل صراط پر ایک قدم'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس موقع پر مجھے اپنے پیارے ابا جان چودھری عطا محمد صاحب بہت یاد آ رہے ہیں۔ جی چاہتا کہ کہ ان کی کچھ یادیں اپنے قارئین کے ساتھ شئیر کروں۔

جب میں نے چھٹی ساتویں جماعت میں کچی پکی شاعری شروع کی، تو انہوں نے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ کالج پہنچ کر جب میں رومانی شاعری کرنے لگی، تو اسے پسند نہیں کیا۔ بلکہ کہا کرتے تھے کہ دینی اور قومی شاعری کیا کرو۔

تقریری مقابلوں میں حصہ لینا شروع کیا تو حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے اور تفسیرِ کبیر سے نکات ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجھے بتایا کرتے۔ ابا جان مرحوم نے بہت چھوٹی عمر میں خود احمدیت قبول کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے لئے شدید غیرت رکھتے تھے۔اس کا اندازہ آپ کے اس واقعہ سے ہوتا ہے جو آپ سنایا کرتے تھے کہ ''میں چھوٹا بچہ تھا گیارہ بارہ سال کا ہوں گا۔ تب لدھیانہ میں عیسائی پادریوں کی تبلیغ کا بڑا زور تھا مشنری عورتیں بھی اس کام کے لئے بہت سرگرم تھیں۔ایک عیسائی میم ہمارے محلے میں بھی آیا کرتی تھی۔ وہ بچوں کو مٹھائی اور رنگین تصاویر والی کتابیں بھی دیا کرتی تھی۔ اس لئے بہت سے بچے اس کے گرد اکٹھے ہو جاتے تھے۔

ایک دن میں بھی ان بچوں میں شامل ہو گیا۔اس نے مجھے باقی بچوں کی نسبت ہوشیار اور زیادہ خود اعتماد پایا تو میٹھی گولیاں دینے کے بعد ایک پمفلٹ میرے ہاتھ میں دیا اور کہنے لگی کہ اس نظم کو اونچی آواز میں پڑھ کر دوسرے بچوں کو سناؤ۔اس نظم میں حضرت عیسیٰ کے خدا کا بیٹا ہونے کا تذکرہ تھا۔ مجھے اس خیال سے سخت کراہت آئی کہ کیا حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں۔ میں نے اس نظم کی بجائے بڑے جوش کے ساتھ سورت اخلاص پڑھنی شروع کر دی۔ پھر اس کا ترجمہ پڑھا اور کہا۔ ''میم صاحب ہم اپنی نمازوں میں یہ سورت بھی پڑھتے ہیں۔ پھر ہم کیوں مانیں کہ خدا کا کوئی بیٹا ہے۔''

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اتنے جوش سے یہ سب کچھ کہا کہ میم کا منہ اتر گیا۔ کہنے لگی اچھا تم جاؤ۔ تم نہ آیا

کرو۔تمہیں سمجھ نہیں آئے گی۔فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اتنی چھوٹی عمر میں توحید کے لئے جو غیرت دکھائی تھی، مجھے یقین ہے کہ اس کا واسطہ دے کر میں اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی سوال کروں گا تو وہ رد نہیں کرے گا۔

دوسرا واقعہ بھی حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ کے لئے غیرت دکھانے کا ہے۔وہ بھی ان کے الفاظ میں ہی بیان کرتی ہوں۔کہ ایک مرتبہ لدھیانہ میں عیسائی پادریوں نے اپنا کوئی جلسہ کیا۔جس میں اسلام اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف کافی زہر اگلا۔جب جلسہ ختم ہوا اور وہ لوگ اپنی کرسیاں اور دریاں وغیرہ اٹھانے لگ گئے۔تو میں بھاگ کر سٹیج پر چڑھ گیا مائیک آن تھا وہ پکڑ کر میں نے کہنا شروع کیا

آؤ عیسائیو ! ادھر آؤ نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ

جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں، کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

یہ سُن کر ایک آدمی دوڑ کر آیا میرے ہاتھ سے مائیک چھینا اور کہنے لگا آتے ہیں آتے ہیں۔چل بھاگ یہاں سے۔ان دونوں واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابا جان مرحوم بچپن ہی سے تقویٰ اور دین داری کے علاوہ بہادری اور شجاعت بھی رکھتے تھے۔حضرت مسیح موعودؑ سے دلی محبت اور عقیدت تھی اور پُر جوش داعی الی اللہ تھے۔

جب حضرت مسیح موعودؑ یا سلسلہ کا ذکر چھڑ جاتا۔تو محبت اور شوق سے ان کی آنکھیں چمکنے لگتیں، جوشِ جذبات سے چہرہ سرخ ہو جاتا اور آواز بلند ہو جاتی۔وہ سلسلہ کی باتیں کرتے کبھی نہ تھکتے،اور سلسلہ کے کام کرنے کے لئے ایک عجیب توانائی ان میں بھر جاتی۔انتہائی متوکل تھے اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کا تذکرہ بڑے پیار سے کیا کرتے تھے۔ہماری تعلیم اور اچھا کھلانے پلانے پر کھلا خرچ کرتے،لیکن دیگر معاملات میں کفایت شعار تھے۔کہا کرتے تھے اگر کسی چیز کی خواہش ہو تو مجھے بتاؤ اور میں تمہیں بتاؤں گا کہ اس کے بغیر کس طرح گزارہ کیا جا سکتا ہے۔

صبح نماز کے لئے جگاتے پھر بلند آواز سے تلاوت کیا کرتے،ہم پھر بھی اٹھنے میں سُستی کرتے تو یہ شعر پڑھا کرتے۔

جاگنا ہے جاگ لے آفاق کے سایہ تلے

حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سایہ تلے

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب بہت شوق سے پڑھتے اور ہمیں بھی پڑھنے کی تلقین کرتے۔کہا کرتے ان کتابوں کو پڑھنے سے ایک خاص قسم کی ذہانت پیدا ہو جاتی ہے۔خدا تعالیٰ سے محبت کی پہلی چنگاری،میرے دل میں انہیں کی باتوں سے روشن ہوئی۔گو کہ مدت تک اس پر غفلت کی راکھ جمی رہی۔

ہمارا کوئی بھائی نہیں تھا ہم چاروں بہنوں کو انھوں نے بیٹوں کی طرح پالا اور اعلیٰ تعلیم دلوانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ہمیں خوداعتمادی کی دولت سے مالا مال کیا۔ ہماری صلاحیتوں کے اظہار کے لئے راہیں ہموار کیں۔ ڈاکٹر اعجاز سیرت اور ڈاکٹر بشریٰ خار نے تو میڈیکل کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ فوزیہ رفیق نے ایم اے اکنامکس کیا اور خاکسار نے ایم اے جرنلزم کیا۔

جس دن والد صاحب کی وفات ہوئی۔ اس دن صبح سے طبیعت خراب تھی۔ سانس لینے میں تکلیف تھی۔ پروفیسر ڈاکٹر بشریٰ خار کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، انہوں نے میڈیکل کی ہر ضروری شے مہیا کر کے ابا جان کا کمرہ ہی گویا منی ہسپتال بنا دیا تھا۔ آکسیجن لگی ہوئی تھی لیکن زبان پر مستقل سبحان اللہ اور الحمدللہ کا ورد تھا۔ کبھی درود شریف پڑھنے لگتے۔ ہم چاروں بہنیں اور امی جان ارد گرد تھیں۔ مغرب کے بعد آکسیجن ہٹا دی اور کہنے لگے بس اب بس۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

وفات کے بعد ہم سب کے خوابوں میں آتے رہے۔ سیٹلائیٹ ٹاؤن کے عطااللہ سنوری صاحب کی خواب میں بھی آئے اور انہیں بتایا کہ میرے گھر والوں کو پیغام دے دینا کہ میں ایک بہت خوبصورت باغ میں رہتا ہوں اور بہت خوش ہوں۔ لطیف سنوری صاحب کا اللہ بھلا کرے وہ ایک خط میں یہ پیغام لکھ کر ہمارے سیٹلائیٹ ٹاؤن والے گھر میں دے گئے۔

اس کتاب کے تمام اخراجات والد صاحب کی طرف سے ان کی بیٹیوں نے ادا کئے ہیں۔ پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ پیارے ابا جان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کریں اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے لئے صدقہِ جاریہ بنا دے۔ اور تا قیامت ان کی روح کو ثواب پہنچتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

نوٹ: ۲۰۰۱ء میں خاکسار کا پہلا شعری مجموعہ ''تیرے در کے فقیر'' ہیں مولا شائع ہوا تھا۔ جسے اللہ کے فضل و کرم سے بہت پزیرائی ملی۔ اور اس کو دوبارہ شائع کروانا پڑا۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو بھی قبول فرمائے اور مقبولیت عامہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وعلٰی عبدہِ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النّاصر

22.12.04

مکرمہ عرشی ملک صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے آپ کا مجموعہ "پل صراط پر ایک قدم" ملا۔ اس میں سے ایک دفعہ تو میں سرسری سا گزرا ہوں۔ لیکن بعض جگہوں پر نظر ٹھہر جاتی رہی اور اس صفحے کی پوری شعر یا نظم کو پڑھا۔ خاص طور پر [illegible] سبق۔ اور ساحل جیسا حالیہ ہوگیا۔ یہ سبق جب میں [illegible]۔ [illegible]۔ یادوں [illegible] گیا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تحت یہ کام ہوا ہے [illegible] انشاءاللہ۔ بہرحال زیادہ وضاحت [illegible] اگلے صفحوں پر چلا گیا۔ اور حضور رحمہ اللہ کا یہ مصرعہ ذہن میں آ گیا کہ لو دیکھ لو ہم دل کی [illegible] ادا سے۔

بہرحال آپ کی شاعری اور جذبات کمال کے ہیں۔ ماشاءاللہ۔

آپ نے مجلہ کے بارے میں نظم میں جو "ینگ مجلہ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس سے لطف تو [illegible] ہیں اس کے حضور رحمہ اللہ نے منع کیا تھا کہ اب استعمال نہ کریں۔ اور میں اب اس کو روک رہا ہوں۔ کیونکہ آپ مجلہ کا کام [illegible] ہیں اس لئے بتا رہا ہوں ورنہ شعر کی ضرورت کے لئے استعمال کیا ہے تو ٹھیک ہے۔

آپ کا مجموعہ "تیرے در کے فقیر ہیں ہم" تو [illegible] "[illegible]" تک پڑھوں گا۔ اس نے بہت متاثر کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی علمی اور روحانی صلاحیتوں کو مزید جلا بخشے۔ آمین

والسلام
خاکسار

مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس

فہرست مضامین

تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

(اپنے پیارے خدا تعالیٰ کی محبت کی چاہ میں لکھی ہوئی نظم)

بہت بے زار ہوں کارِ جہاں سے نہیں اس بحر کا کوئی کنارہ
تری دنیا بڑی رنگین ہو گی مگر لگتا نہیں اب دل ہمارا
بنا تیرے گزارے ہیں زمانے نہیں دوری تری پر اب گوارا
تو مجھ میں نور کی صورت اتر جا وگرنہ زندگی کیا ہے خسارہ
تری خاطر فنا ہو جاؤں پہلے پھر اس کے بعد جی اٹھوں دوبارہ
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

مجھے خالص اطاعت بخش دے تو مجھے ذوقِ عبادت بخش دے تو
ترے ہر حکم پر میں سر جھکا دوں کچھ ایسی نرم فطرت بخش دے تو
نہ ''کیوں'' نکلے کبھی میری زباں سے کہ ''جی'' کہنے کی عادت بخش دے تو
اگر طاغوت آجائے مقابل مجھے بے مثل ہمت بخش دے تو
چراغاں آندھیوں میں بھی کروں میں اندھیرے ہوں تو بن جاؤں شرارہ
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

محبت جو مرے دل میں بھری ہے بہت انمول ہے نایاب ہے یہ
یہ چشمِ نم یہ ٹوٹا دل دھرا ہے مری پونجی مرا اسباب ہے یہ
سرِ تسلیم خم ہر آن کرنا ، وفا کا اولیں آداب ہے یہ
تری راہوں میں اپنی خاک اڑانا کتابِ عاشقی کا باب ہے یہ

لکیر اک روشنی کی چھوڑ جاؤں اگر چہ میں ہوں اک ٹوٹا ستارہ

میں تیری ہو گئی سارے کی ساری تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

لہو بن کر رگوں میں دوڑتا ہے ،تو مجھ میں سانس کی صورت بسا ہے
مری پہچان میرا مان ہے تو، ترا ہی نام ماتھے پر لکھا ہے
سفر بھی تو مرا عزمِ سفر بھی، تو میرا ولولہ ہے حوصلہ ہے
ترے ہی پیار کی ہے گونج مجھ میں مرے شعروں میں تو خود بولتا ہے
زباں سے کیفیت کیسے بیاں ہو ،مرے چہرے سے سب ہے آشکارہ
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری، تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

مجھے اپنی رفاقت بخش دے تو مجھے سجدوں کی دولت بخش دے تو
نہ روکھی ہوں کبھی میری نمازیں محبت کی حلاوت بخش دے تو
مجھے اتنی کرامت بخش دے تو وفا پر استقامت بخش دے تو
تمنا آخری میری یہی ہے مجھے اپنی محبت بخش دے تو
ترے ہی فضل پر نظریں لگی ہیں گناہوں کا جلا دے گوشوارہ
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

سرورِ بے کراں میں گھر گئی میں تری چاہت کا جب پہنا لبادہ
تری جانب ہے اب پرواز میری کہ تو ہے میری منزل،میرا جادہ
تیرے ہوتے جگہ دے غیر کو بھی نہیں ہے دل مرا اتنا کشادہ
تجھے جانا تو تجھ میں کھو گئی میں ہمیشہ سے تھی میں معصوم و سادہ
کبھی گزرا نہ تھا اپنی نظر سے کتابِ زندگی کا یہ شمارہ
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

قبا تو نے محبت کی جو بخشی ہے مجھ کم ظرف کے قد سے زیادہ
ترے در کی گدائی مجھ کو بھائی شہنشاہی کی مسند سے زیادہ

چھپائے نہیں اب عشق چھپتا، بہت یہ بڑھ گیا حد سے زیادہ
مری حالت ہے اب اس شخص جیسی کہ جو بد نام ہو بد سے زیادہ
نہ خود بیٹھے نہ مجھ کو بیٹھنے دے کچھ ایسا بھر گیا اس دل میں پارہ
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

کبھی فرصت سے آ کر دیکھ لینا کہ کیا حالت ترے بیمار کی ہے
نظر کی جوت بجھتی جا رہی ہے مگر اک آرزو دیدار کی ہے
میں اپنے حال پر راضی بہت ہوں کہ اب مرضی یہی سرکار کی ہے
مرے باطن میں جتنی روشنی ہے یہ سب رونق مرے دلدار کی ہے
ہر اک منظر کی تو روحِ رواں ہے نظر بھی تو ہے اور تو ہی نظارہ
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

ترا دیدار ہو دونوں جہاں میں بصیرت اور بصارت بخش دے تو
تری ہی سمت میرا ہر سفر ہو مرے جذبوں کو حدت بخش دے تو
ہو تیرا ذکر تو دل با ادب ہو، وہ الفت وہ مودّت بخش دے تو
اُتر جائیں مرے اشعار دل میں مجھے ایسی فصاحت بخش دے تو
ترے ہی منہ کا اب بھوکا ہے ہر دم اداس و غمزدہ یہ دل ہمارا
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری،تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

مری ہستی کے ہر ذرے میں آجا،تو مجھ میں روشنی بن کر سما جا
بچا لے مجھ کو سفلی لذتوں سے ،تو نفسانی اسیری سے چھڑا جا
ملا دے دفعتاً جو تجھ سے پیارے وہ راہِ مختصر مجھ کو بتا جا

میں اک مزدور تو اجرت ہے میری پسینہ سوکھنے سے قبل آجا
نہ کرنا صبر کی تلقین مجھ کو نہیں ہے صبر کا اب مجھ میں یارا

میں تیری ہو گئی سارے کی ساری،تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

محبت ہے تری کربِ مسلسل مگر اس کرب میں بھی لذتیں ہیں
تصور میں ملاقاتیں ہیں تجھ سے،یہی ہم عاشقوں کی راحتیں ہیں
دلاسے ہیں تری جانب سے ہر پل ،گو چپ رہنے کی تجھ کو عادتیں ہیں
مٹا کے اپنی ہستی تجھ کو پا لوں،سلگتے دل کی بس یہ حسرتیں ہیں
تو میری خاک میں تاثیر رکھ دے تو میرا نام رکھ دے خاکسارہ
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری،تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

ہر اک غم کی بہت آوٗ بھگت کی ،یہی تھا اپنا طرزِ میزبانی
میں بچپن میں بہت کھیلی ہوں ان سے مجھے ہر درد نے دی ہے نشانی
مرے مولا کا یہ بھی اک کرم ہے مری طاقت بنا دی ''ناتوانی''
سسکتی چیخ ہے یہ شاعری بھی جسے کہتی ہے دنیا خوش بیانی
حسیں لفظوں کے پہنا کر لبادے سسکتی چیخ کو میں نے سنوارا
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری،تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

سنا دی بے جھجک محفل میں میں نے خود اپنے غم کی تفصیلی کہانی
الم جو دل پہ گزرا لکھ دیا ہے نہیں آئیں مجھے باتیں چھپانی
اداسی مجھ میں اب رچ بس گئی ہے ،یہی میری سہیلی ہے پرانی
کبھی عرشی ملک تھا نام میرا،پر اب کہتے ہی سب جھلی نمانی
میری دیوانگی کو معاف کرنا، نہیں دیوانگی بن اب گذارہ
میں تیری ہو گئی سارے کی ساری،تو اب ہو جا مرا سارے کا سارا

اس ہار سنگھار
کو آگ لگے

ترے عشق میں سُدھ بُدھ کھو بیٹھوں، چشمِ ہشیار کو آگ لگے
غارت ہوں یہ دھندے دنیا کے، اس کاروبار کو آگ لگے
بیکار عبادت عرشی جی، گر چاہ نہیں اخلاص نہیں
جو دل نہ پیا کا جیت سکے، اس ہار سنگھار کو آگ لگے

زُہد

ترکِ حرام مال۔۔۔زُہد ہے عوام کا
ترکِ حلال مال زُہد ۔۔۔۔ہے خواص کا
غافل کرے جو چیز بھی مولا کی یاد سے
منہ اس سے موڑ لینا زُہد عارفوں کا ہے

جو اچھے دام دیتا ھے

(اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کا سب سے بڑا قدر دان ہے)

کہیں حسب و نسب ہے ،شان ہے اونچا مقدر ہے
کہیں دولت کہیں عہدہ کہیں چہرہ منور ہے
ہر اک میں کچھ نہ کچھ تو بات ہے کوئی تو جوہر ہے
تری اوقات کیا عرشی تو اک کنکر سے بد تر ہے
یہ ٹوٹا دل وہاں لے جا جو کچھ اکرام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے

یہاں ممکن ہے تھوڑی سی ستائش تجھ کو مل جائے
گھٹن کچھ دور ہو جائے کشائش تجھ کو مل جائے
دلوں میں دو گھڑی بھر کی رہائش تجھ کو مل جائے
یہ لمحاتی سی شہرت اور نمائش تجھ کو مل جائے
مزہ یہ ، درد کے ماروں کو کب آرام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے

نہ لکھنا تجھ کو آتا ہے نہ تجھ کو بولنا آئے
نہ تجھ کو بات کو کہنے سے پہلے تولنا آئے
نہ اہلِ علم کی محفل میں عقدے کھولنا آئے
نہ اہلِ عشق کی مانند خود کو رولنا آئے

فنا ہونا ہی اس کوچے میں اکثر کام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے
اگر آسائشیں ہوتیں تو اس کی چاہ کب ہوتی
دلِ وحشی کو اس لذت کی جانب راہ کب ہوتی
نہ ہوتی آرزو دیدار کی پرواہ کب ہوتی
جگر سے خون کب رستا دلوں سے آہ کب ہوتی
ہو جس پر مہرباں اس کو دلِ نا کام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے

جسے شکوہ ہے بے قدری کا اس محفل میں جا دیکھے
وہ خود کو ایک پل میں اپنی قامت سے بڑا دیکھے
فنا جی جان سے ہو جائے پھر اپنی بقا دیکھے
نیا ہو جائے پھر اس یار کا جلوہ نیا دیکھے
وہ ہر عاشق کو اپنا آپ ہی انعام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے

نہیں ٹوٹے دلوں کی مانگ اس بے درد دنیا میں
کسی جذبے کی گرمائش نہیں ہے سرد دنیا میں
ہر اک دل پر جمی خود غرضیوں کی گرد دنیا میں
محبت کی بھی ہریالی نہیں اس زرد دنیا میں
مگر وہ سب کو سیرابی کا اذنِ عام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے

بہت ہے پیار اس کو بے کسوں سے بے سہاروں سے
غریبوں مفلسوں سے عاشقوں سے غم کے ماروں سے

وہ ان سے گفتگو کرتا ہے رمزوں سے اشاروں سے
کبھی وہ بے تکلف بولتا ہے اپنے پیاروں سے
اگر جوہر ہو قابل لذتِ الہام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے

گنہگاروں کی بھی اس در پہ کافی سرفرازی ہے
پرے ہٹ جائے جس ناداں کو زعمِ پاک بازی ہے
سفر صدیوں کے جو پل میں کرے دل کی گدازی ہے
انوکھا التفات اس کا انوکھی بے نیازی ہے
کبھی چھلکے نہیں دیتا کبھی بادام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے

جو کچھ کرنا ضروری ہے فقط پھر عاشقی کرنا
سراپا عجز بن جانا سراسر عاجزی کرنا
سدا راتوں کو اٹھنا خوب رونا بندگی کرنا
ذرا اس یار کی محفل میں ذکرِ تشنگی کرنا
وہ اپنی دید کے پیاسوں کو بھر بھر جام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے

نہ اس دنیا میں کھب جانا نہ اپنا دل لگا لینا
گھڑی کو بھر یہ میلہ دیکھنا پھر راستہ لینا
خوشی گر عارضی چاہو تو کھل کر مسکرا لینا
مگر سچی خوشی چاہو تو پھر آنسو بہا لینا
کہ اس کے در پہ رو لینا ہی کچھ آرام دیتا ہے
وہاں پر بیچ یہ سودا جو اچھے دام دیتا ہے

حضورِ انور کا پیغام

نظمِ دِل کی لذت کے لئے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لندن
15.1.02

عزیزہ عرشی ملک صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پُر خلوص خط محررہ 5 جنوری ملا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔
آپ کی یہ نظم بھی جو خط کے ساتھ منسلک ہے
بہت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ماشاء اللہ۔ اللّٰھم زد وبارک
جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے بے شمار فضلوں
سے نوازے۔ آمین۔ میری طرف سے گھر میں سبکو محبت بھرا سلام مع دعا۔

والسلام
خاکسار

خلیفۃ المسیح الرابع

دِل کی لذت

لذتیں بکھری ہوئی ہیں شش جہت میں ہر طرف
ذوق گر تجُھ میں نہیں تو ان کا انکاری نہ ہو
غور کر تیرے ہی اندر کوئی بیماری نہ ہو

ان گِنت خوش کُن نظاروں سے سجی ہے کائنات
گر نہیں نُورِ بصارت ، تو یہ سب بے کار ہے
نغمگی ہے چار سُو کانوں کی لذت کے لئے
گر نہ ہو حُسنِ سماعت سرُ بھی اک آزار ہے
لذتیں ہیں بے پناہ کام و دہن کے واسطے
فائدہ کیا ذائقے کی حسِ اگر بیمار ہے
ریشمی نرمی ہو یا ہو کُھردرا پن ، جو بھی ہو
حسِ نہ گر پوروں میں ہو ، تو جاننا دُشوار ہے
لذتِ خُوشبو گلاب و یاسمن کی کیا کہوں
سونگھنے کی حسِ نہ ہو تو اس سے بھی انکار ہے

اس سے بڑھ کر ہیں خیال و فکر کی بھی لذتیں
عشق میں رُخسار و لب کے ذِکر کی بھی لذتیں
اُلجھے عقدُے ، گتھیوں کو کھولنے کی لذتیں

خامشی کی لذتیں ہیں ، بولنے کی لذتیں

قیصری کی لذتیں ہیں ،خُسروی کی لذتیں
دوُسری جانب ہیں عشق و دلبری کی لذتیں
مال و جاہ کی لذتیں ہیں ، افسری کی لذتیں
ظالموں کو ظلم میں غارت گری کی لذتیں
ایک اِک حسِ کے لئے بے شک جُدا ہیں لذتیں
ریت کے ذروں سے بھی جگ میں سوا ہیں لذتیں

دِل کی لذت ہے ،مگر اُس یار کی پہچان میں
اِک سرورِ بے کراں دلدار کی پہچان میں
نُور جس دل میں نہ ہو ، وہ جان سکتا ہی نہیں
بے نشاں محبوب کو وہ مان سکتا ہی نہیں
عقل کے جلتے ہیں پر ، اس کو سمجھ آتی نہیں
دل کی لذت ظاہری حسِ میں سما پاتی نہیں

ذوق بنِ عؔرشی مگر ادراک ہوتا ہے کہاں
جسِ نے چکھا یہ مزہ ، راتوں کو سوتا ہے کہاں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ تری دل لگی نہیں اچھی

رات سے دل بُجھا سا بیٹھا ہے کوئی ارماں ہے نہ گلا کوئی
مجھ سے راضی ہے تو کہ ناخوش ہے مجھ کو لگتا نہیں پتہ کوئی
میں بھی امید لے کے آئی تھی مجھ سے بھی حال پوچھتا کوئی
تُو نہ بولے میں بولتی جاؤں ایسے رشتے میں ہے مزا کوئی
مجھ کو کچھ تو جواب دے پیارے ہر گھڑی خامشی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

سیدھی سادھی مری طبیعت تھی اس لئے مار ہی سدا کھائی
سب کے ہوتے بھی میں اکیلی ہوں اپنے حصے میں صرف تنہائی
گھر تو دریا کے پاس تھا لیکن اپنے حصے میں پیاس ہی آئی
ہم ترستے ہیں رات دن پیارے تو نے بھی ایک جھلک ہی دکھلائی
پیاس بجھتی ہے اوس سے کس کی ہائے تشنہ لبی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

اس سے پہلے بھی تیری محفل میں کوئی مجھ جیسا دل جلا آیا
جس نے زخموں سے ہولیاں کھیلیں شوق سے دار تک چلا آیا
چاہ سے جو بنا ہو سنیاسی جوگ لے کر جسے مزہ آیا
عشق میں تیرے اے مرے محبوب جو بھی کچھ پاس تھا لٹا آیا

جس میں سود و زیاں کا کھٹکا ہو اک وہی عاشقی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

تیرے دربار میں تھی بھیڑ اتنی کون دیتا تھا راستہ مجھ کو
تیرے قربان میں مرے پیارے تو نے خود ہی بلا لیا مجھ کو
میں نے تجھ سے تجھی کو مانگا تھا مل گیا میرا مدعا مجھ کو
تیرے جلووَں نے کر دیا خیرہ ہوش اب کچھ نہیں رہا مجھ کو
کھو نہ بیٹھوں کہیں بصارت کو اس قدر روشنی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

تو ہی قندیل ہے مرے دل کی تیرے دم سے ہے روشنی ساری
تیری خاطر اٹھائے پھرتی ہوں زندگی کی صلیب ہے بھاری
دل میں حمد و ثنا کی لہریں ہیں ساتھ شکوے گلے بھی ہیں جاری
بارہا رُندھ گیا گلا میرا بیچ میں بات رہ گئی ساری
جان لے لے نہ ہم فقیروں کی روز کی بے رخی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

میں نے سب کی نگاہ سے چھپ کر چار تنکوں کا گھر بنایا ہے
کوئی کھڑکی نہ کوئی دروازہ نہ کوئی بام و در بنایا ہے
میرے رہنے کو ہے بہت کافی جان کر مختصر بنایا ہے
جس میں حاصل ہو خوب یکسوئی ایک ایسا نگر بنایا ہے
یاد محبوب اور غمِ دنیا دل کی آوارگی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

جن کو خالق سے پیار کا دعویٰ اور خلقِ خدا سے نفرت ہے
وہ ہیں فرضی بہشت میں بیٹھے قابلِ رحم ان کی حالت ہے
جو نہ انسان کو بدل ڈالے وہ عبادت کہاں ہے عادت ہے
گر نہ اخلاص ِدل میّسر ہو یونہی بے کار کی مشقت ہے

ایک ٹانکا لگے تو دس اُدھڑیں ایسی بخیہ گری نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

تجھ سے روشن ہیں روز وشب میرے ہر طرف ریشمی سویرا ہے
میرے اندر تو چاند رقصاں ہے گر چہ باہر ذرا اندھیرا ہے
تیری سوچیں ہیں تیری یادیں ہیں تیری چاہت خیال تیرا ہے
یہ جو دنیا میں پھر رہی ہوں میں ایک جوگی کا گویا پھیرا ہے
لوگ کہتے ہیں ایسے میلے میں دل کی بیگانگی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

آنسوؤں کا نہ گر پڑے چھینٹا روکھی پھیکی نماز ہے پیارو
عرش تک جو اسے اٹھاتا ہے وہ تو سوز و گداز ہے پیارو
دل کو ہر پل غموں نے جکڑا ہے سر سراپا نیاز ہے پیارو
تیری خاطر قبول ہر پستی پستیوں میں فراز ہے پیارو
آنسوؤں کی چمک نہ ہو جس میں ایسی مردہ ہنسی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

تجھ سے جو بے نیاز بیٹھے ہیں یہ فقط ان کی بے شعوری ہے
میں تو ہر پل لرزتی رہتی ہوں کیسا دل کو یہ فکرِ دوری ہے
تیرے بن میں بہت اکیلی ہوں میری ہر اک خوشی ادھوری ہے
تجھ کو کھو کر میں جی نہ پاؤں گی تو مرے واسطے ضروری ہے
روک بھی لے قلم کو اب عرشی اتنی دیوانگی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

....

یہ تری دل لگی نہیں اچھی

(حصہ دوم)

ڈال دے عشق جس جگہ ڈیرے کب غمِ روز گار رہتا ہے
دل کو آسودگی نہیں بھاتی تیری گلیوں میں خوار رہتا ہے
آپ کے ساتھ جو گھڑی گزرے اس کا کتنا خمار رہتا ہے
کہتے کہتے نہ اس طرح رکیے میرا دل بے قرار رہتا ہے
یوں تجسس کی آگ بھڑکا کر بات پھر ان کہی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

شعر کہنا نہیں ہنسی ٹھٹھا شاعری میں وقار ہوتا ہے
بات ہوتی ہے جذبۂ دل کی زخمِ دل کا شمار ہوتا ہے
اس میں وسعت ہے اور گہرائی جیسے ماؤں کا پیار ہوتا ہے
آہ و زاری دلِ شکستہ کی اور عجب انکسار ہوتا ہے
جزوِ پیغمبری نہ ہو جس میں بے ثمر شاعری نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

شعر کہنا مری ضرورت ہے جیسے مچھلی کا آب میں رہنا
کوکنا جس طرح ہو کوئل کا اور عاشق کا حالِ دل کہنا
جس طرح سے ہواؤں کا چلنا جیسے دریا کے واسطے بہنا
جس طرح دھوپ میں تمازت ہو جس طرح اہلِ دل کا دُکھ سہنا
دُکھ بھی ایسا جو چیر دے دل کو چوٹ بھی اوپری نہیں اچھی

میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

لفظ گر شعبدے پہ مائل ہو لفظ کا اعتبار کیسے ہو
ایک دو بار ہم بنے ناداں یہ عمل بار بار کیسے ہو
آگہی کے یہ دکھ ارے توبہ دل کو ان کی سہار کیسے ہو
تیر جب آکے دل پہ گڑ جائے چیخ پر اختیار کیسے ہو
آہ ایسی کہ عرش ہل جائے چیخ بھی سر سری نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

جن سے دل کے کواڑ کھل نہ سکیں ایسے شعروں کو بے ثمر جانو
کاٹ لہجے کی تیز ہو بے شک بات کو اپنی بے اثر جانو
روز پگھلو غموں کی بھٹی میں روز اک آنچ کی کسر جانو
خونِ دل سے نہا کے جب نکلے نظم کو تب ہی معتبر جانو
دل پہ لکھنا کمال ہوتا ہے شاعری کاغذی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

میرے اندر ہزار میلے ہیں ساتھ اپنا ہی مجھ کو بھاتا ہے
اپنی تنہائیوں میں میں خوش ہوں کوئی آتا نہ کوئی جاتا ہے
اُس کو دنیا سمجھ نہیں سکتی جو ترے ساتھ میرا ناطہ ہے
جانے کیا دل نے دیکھ رکھا ہے اب دھڑکنے سے جی چُراتا ہے
کوئی اس بے خبر کو سمجھائے اس قدر کاہلی نہیں اچھی
میرے جیسے شکستہ لوگوں سے یہ تری دل لگی نہیں اچھی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

انسان خسارے میں ھے

زندگی برف کی بھاری سل ہے
قطرہ قطرہ جو پگھلتی جائے
مرے ہاتھوں سے پھسلتی جائے
بہہ کے کیچڑ میں بدلتی جائے

....

جس قدر جلد یہ بک جائے منافع ہے مرا
بِک نہ پائی تو پگھل جائے گی گھاٹا ہے نِرا

....

کاش مل جائے خریدار مرا
کاش آ جائے طلب گار مرا
بیچ دوں میں اسے سستے داموں
نہ سہی آٹھ ، چلو چار بہت
میں ہوں نقصان پہ تیار بہت

....

کچھ تو اس یارِ ازل کو بھائے
عجز ہی میرا پسند آ جائے
دن ہیں بے کار گزرتے جاتے
سر پہ ہیں راکھ سی ملتے جاتے
دھوپ جیون کی کڑی ہے عرشی
وقت لمحوں کی لڑی ہے عرشی

عمر کی شام پڑی ہے عرشی
ہائے خطرے کی گھڑی ہے عرشی

....

ہو خبردار کہ ہر جان خسارے میں ہے
ہے قسم وقت کی انسان خسارے میں ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چار پائے

تری نعمت پہ ہم کو شکر کرنا بھی نہیں آتا
مصیبت ہو اگر تو صبر کرنا بھی نہیں آتا
پھر اپنی غفلتوں پر عذر کرنا بھی نہیں آتا
ہماری زندگی تو چار پایوں سے مشابہ ہے
جئیں گے خاک ہم عرشی کہ مرنا بھی نہیں آتا

گریہ زاری چاہیے

سب پہ کُھلتا ہے ترا دربار دن میں پانچ بار
جو بھی چاہےشوق سے آئے سنائے حالِ زار
گڑگڑائے اور بہائے اشکِ خونیں بے شمار
کل سفارش کو کھڑی ہو گی یہ چشمِ اشک بار

یاں نہ چالاکی نہ کوئی ، ہوشیاری چاہیے
گریہ زاری چاہیے ، بس گریہ زاری چاہیے

قدر اشکوں کی اگر ہے تو ترے دربار میں
آہ میں رنگِ اثر ہے تو ترے دربار میں
کچھ اگر شانِ بشر ہے تو ترے دربار میں
مجھ سا ناقص معتبر ہے تو ترے دربار میں

شان و شوکت بھول جا ، یاں خاکساری چاہیے
گریہ زاری چاہیے بس گریہ زاری چاہیے

قومِ یونسؑ نے عجب دنیا میں قائم کی مثال
گریہ زاری میں کیا ان ظالموں نے کیا کمال
ماؤں نے گودوں سے بچوں کو دیا باہر اچھال
جنگلوں کی سمت بھاگے خوف سے ہوکر نڈھال

وہ سمجھتے تھے کہ اس جا انکساری چاہیے
گریہ زاری چاہیے بس گریہ زاری چاہیے

قہر اُن لوگوں پہ ٹوٹا جو نہ روئے بار بار
لوٹ جاتی ہیں بلائیں گر ہو گریہ بیشمار

وہ ہے خوش قسمت کہ جس نے عاجزی کی اختیار
عاجزی پر قہر سے بچنے کا ہے دار و مدار
پر تڑپنے کے لیے اک زخمِ کاری چاہیے
گریہ زاری چاہیے بس گریہ زاری چاہیے

قہر میں بھی مہر مخفی ہے مرے دل دار کا
اس طرح سے آزمانا کام ہے سرکار کا
منفرد ہر کام ہے اس شوخ ، طرح دار کا
یہ بھی اک انداز ہے اس کم سخن کے پیار کا
اس کو پانے کے لیے اک بےقراری چاہیے
گریہ زاری چاہیے بس گریہ زاری چاہیے

نا مجھے دنیا کی پروا ، نا زمانے کا خیال
ایک ہی میری تمنا ایک ہی میرا سوال
رحم کر دے مجھ پہ مولا دیکھ میرا پست حال
بےکسب ہوں بے ہنر ہوں کچھ نہیں مجھ میں کمال
خشک کھیتی کو مری کچھ آبیاری چاہیے
گریہ زاری چاہیے بس گریہ زاری چاہیے

دوڑتے ہیں تیرے رسیا تیری جانب بار بار
تیرے در پر رو کے عرشی اُن پہ آتی ہے بہار
بندھ گیا جو ڈور سے تیری نہیں ممکن فرار
اپنے حُسنِ بے پناہ کا مائدہ ہم پر اتار
مائدہ بھی وہ کہ جو ہر پل ہو جاری چاہیے
گریہ زاری چاہیے بس گریہ زاری چاہیے

وہ ستر ماؤں

جیسا ھے

خیالِ یار ہی در پیش رہتا ہے مجھے دن بھر
کہوں کس سے میں یہ دکھڑے کہاں کوئی سنے دن بھر
ہزاروں کام ہیں لوگوں کو رہتے ہیں جتے دن بھر
سو ہم نے بھی ادھیڑے زخمِ اپنے پھر سیئے دن بھر
جلاتی دھوپ ہے یہ زندگی وہ چھاؤں جیسا ہے
ہے نام اس کا ودود عرشی وہ ستر ماؤں جیسا ہے

یہ اپنا دردِ دل الفاظ میں کیسے اتاروں میں
کبھی تڑپوں کبھی مچلوں کبھی رو کر پکاروں میں
نہ اس بِن روکھی پھیکی زندگی ہرگز گذاروں میں
پھر اس کا قرب جب پاؤں نظر اپنی اتاروں میں
وہ نخلستان ہے یہ دل مرا صحراؤں جیسا ہے
ہے نام اس کا ودود عرشی وہ ستر ماؤں جیسا ہے

دلِ مضطر سے اٹھتی التجاؤں میں وہ ملتا ہے
مسیحِ وقت کے قدموں کی چھاؤں میں وہ ملتا ہے
تہجد کی تڑپ میں اور دعاؤں میں وہ ملتا ہے
بہت ہی با وفا ہے باوفاؤں میں وہ ملتا ہے
مرا دل عشق میں بپھرے ہوئے دریاؤں جیسا ہے
ہے نام اس کا ودود عرشی وہ ستر ماؤں جیسا ہے

حضورِ انور کا پیغام

نعت ''رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ صلی علیٰ'' کے لئے

پیاری عزیزہ عرشی صاحبہ

لندن
3.2.02

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پرخلوص خط محررہ 25 جنوری موصول ہوا
آپ کی نعت پڑھی ہے۔ ماشاء اللہ بہت
اچھی نعت ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔
اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے لازوال فضلوں سے نوازے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کی دعاؤں سے وافر حصہ عطا فرمائے۔

والسلام
خاکسار
مرزا طاہر احمد
خلیفۃ المسیح الرابع

”رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ صلی علیٰ“

نعت لکھنے کا نہیں مجھ بے ہنر میں حوصلہ
میں کہ جو کچھ بھی کہوں گی آپ ﷺ ہیں اس سے سوا
سامنے اللہ کے کرتی ہوں لیکن اِلتجاء
زندگی دے دے مرے لفظوں کو میرے کبریا
چند کلیاں ہیں محبت کی سو نذرِ مصطفےٰ
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا
رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ صلی علیٰ

میرے شاہِ دو جہاں کا احمدِ ﷺ مُرسل لقب
آپ کے آگے کسی کی ذات کیا اور کیا نسب
باوضو ہے دل مرا اور با وضو ہیں چشم و لب
پیش ہیں حرفِ عقیدت سر جھکا کر باادب
میں ہوں دربارِ شہنشاہ میں گدائے بےنوا
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا
رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ صلی علیٰ

آپ ﷺ ہی کی ذات ہے وجہِ وجودِ کائنات
آپ ﷺ ہی کے دم سے اپنے آپ پر نازاں حیات
رحمتہ للعالمیں ہیں، آپ ﷺ ہیں عالی صفات
آپ ﷺ ہی انسانیت کے واسطے راہِ نجات
آپ ﷺ کا ہر قول ہے فکروعمل کا راہ نما
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا

رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ صلی علیٰ

آپﷺ حرفِ اولیں ہیں آپﷺ حرفِ آخریں

آپ کی چاہت دلوں میں تا قیامت جاگزیں

عاشقوں نے آپﷺ پر اس طور جانیں واردیں

سر فروشی کی زمانے میں نئی رسمیں چلیں

آپﷺ جیسا چشمِ گردوں نے نہ دیکھا نہ سنا

لب پہ گر نامِ محمدﷺ خواب میں بھی آ گیا

رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ صلی علیٰ

ساری دنیا سے جدا حُسنِ مروت آپﷺ کا

تھا عجب غارِ حرا میں رنگِ خلوت آپﷺ کا

ذاتِ حق کو بھا گیا طرزِ عبادت آپﷺ کا

جزو ہے مذہب کا اِقرارِ رسالت آپﷺ کا

ہاں اسی دن سے کہ جب جبریلؑ نے 'اِقرا' کہا

لب پہ گر نامِ محمدﷺ خواب میں بھی آ گیا

رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ صلی علیٰ

عفو میں لپٹا ہوا طرزِ حکومت آپﷺ کا

یاد ہے دنیا کو اندازِ عدالت آپﷺ کا

نقش ورقِ دہر پر رنگِ شجاعت آپﷺ کا

دل کو موہ لیتا ہے پندارِ محبت آپﷺ کا

آپﷺ عاشق تھے خدا کے آپﷺ کا عاشق خدا

لب پہ گر نامِ محمدﷺ خواب میں بھی آ گیا

رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ صلی علیٰ

آپﷺ جن راہوں سے گذرے ہیں وہ راہیں محترم

واسطے اُمت کے جو کھینچیں وہ آہیں محترم

شرفِ انسانی تھا جن میں وہ نگاہیں محترم

بے کسوں کا جو سہارا تھیں وہ باہنیں محترم
غمزدوں کے واسطے تھے آپ ﷺ رحمت کی گھٹا
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا
رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ ، صلی علیٰ

آپ ﷺ کی حکمت زمانے میں چراغاں کر گئی
آپ ﷺ کی صحبت سبھی کو مستِ عرفاں کر گئی
فلسفی اور نکتہ دانوں کو پریشاں کر گئی
ایک اُمی کی فراست سب کو حیراں کر گئی
آپ ﷺ پر نازل ہوا قرآن جیسا معجزہ
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا
رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ ، صلی علیٰ

ان گنت آئے مورخ ، ان گنت نقاد بھی
مبتدی بھی ان میں تھے ماہر بھی تھے استاد بھی
فکر کا تیشہ لیے ،اُٹھے کئی فرہاد بھی
اُمتی کچھ نام کے کُچھ صاحبِ الحاد بھی
آپ ﷺ کی تائید میں اللہ کُھلی شمشیر تھا
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا
رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ ، صلی علیٰ

جب ہوا اذنِ رسالت آپ ﷺ ہادی ہو گئے
سر جو جھکتے ہی نہ تھے سجدوں کے عادی ہو گئے
ہاں مگر کچھ کِبر کے مارے فسادی ہو گئے
اور یوں ابلیس کے وہ اتحادی ہو گئے
معرکہ روزِ ازل کا پھر سے تازہ ہو گیا
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا
رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ ، صلی علیٰ

دامنِ گردوں میں جتنے علم کے سرمائے ہیں
آپ ﷺ ہی کی جنبشِ لب کے رسیلے سائے ہیں
قربِ حق کے ہم نے عرشی جو ثمر بھی کھائے ہیں
مصطفے ﷺ کے باغ سے تازہ اُتر کر آئے ہیں

آپ ﷺ ہی سے ابتدا ہے آپ ﷺ پر ہی انتہا
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا
رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ ، صلی علیٰ

ہیں حجابِ داستاں میں گُم کرشنا اور رام
اور دیگر انبیاء کا عکس بھی کچھ نا تمام
ہے حیاتِ موسوی اور عیسوی بھی تشنہ کام
آپ ﷺ ہیں ماہِ منور آپ ﷺ ہیں ماہِ تمام

ایک گوشہ بھی نہ ذاتِ پاک کا مخفی رہا
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا
رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ ، صلی علیٰ

صفحہءِ تاریخ میں ہر اک ادا محفوظ ہے
صورت و گفتار و اندازِ حیا محفوظ ہے
نیم شب کا کرب اور آہ و بکا محفوظ ہے
آپ ﷺ کے دل کی تڑپ حرفِ دعا محفوظ ہے

آپ ﷺ کی ذاتِ مطہر مظہرِ نورِ خُدا
لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آگیا
رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ ، صلی علیٰ

آپ ﷺ کی ہر ایک آہٹ ، ہر صدا محفوظ ہے
آپ ﷺ کے شیریں لبوں نے جو کہا محفوظ ہے
فقر کا ، شاہی کا سارا ذائقہ محفوط ہے

Email: arshimalik50@hotmail.com

ایک اک لمحے کا عرؔشی تذکرہ محفوظ ہے

آپ ﷺ سے منسوب ہے یہ بھی انوکھا معجزہ

لب پہ گر نامِ محمد ﷺ خواب میں بھی آ گیا

رات بھر دل نے کہا صلی علیٰ ، صلی علیٰ

بے سُری دنیا میں آہنگ و ترنم آپ ﷺ ہیں

خُلقِ اعظم آپ ﷺ قرآنِ مجسم آپ ﷺ ہیں

ہے پسِ پردہ خُدا ، محو تکلم آپ ﷺ ہیں

رحمتِ یزداں کے ہونٹوں کا تبسم آپ ﷺ ہیں

آپ ﷺ کو تخلیق کر کے مسکرا اٹھا خُدا

پھر کہا بے ساختہ صلی علیٰ ، صلی علیٰ

اس لیے کہتے ہیں ہم صلی علیٰ ،صلی علیٰ

....

صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ۔۔ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

تیشۂ حُسنِ خُلق ہے میرے نبی ﷺ کا بانکپن
دیکھا نہ تھا جہان نے ایسا حسین بُت شکن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

برکت ہے یہ درود کی کھلنے لگے دل و ذہن
جاں بھی مہک مہک گئی مہکا ہر ایک موئے تن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

یادِ نبیؐ غذا بنے، عشقِ خدا ہو پیرہن
بھولوں میں اپنے آپ کو ایسی لگے مجھے لگن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

رنگِ جمالِ مصطفےٰؐ پھیلے گا اب چمن چمن
لے کر پیام آپ کا جائیں گے روس و بوسٹن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

آپؐ کا نام کیا لیا آپ کا ذکر کیا کیا
کلیاں چٹک چٹک گئیں پھولوں سے بھر گیا چمن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

آدم کو جو عطا ہوا قطرہ تھا بحرِ علم کا
آپ کی شان ہے جدا آپ ہیں بحرِ علم و فن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ____________صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

ہر اک نبی کے روپ میں کچھ کچھ تھا نور آپ کا
بڑھتی رہی یہ روشنی روز بروز دن بدن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ____________صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

دل میں مرے مکیں ہوئے اور بھی دلنشیں ہوئے
سج سج گئی خدا گواہ اُجڑی ہوئے یہ انجمن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ____________صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

آپؐ مرے امام ہیں آپؐ مہ تمام ہیں
مجھ پر بھی ڈال دیجئے اپنے کرم کی اک کرن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ____________صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

علمِ حدیث جب پڑھا جان مہک مہک گئی
لفظوں میں تھی رچی ہوئی آپ کی خوشبوئے دہن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ____________صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

کیجئے شاہِ دوسرا لفظوں کو زندگی عطا
دل میں جو درد ہے بھرا کہہ پاؤں کاش من وعن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ____________صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

میرا بھی ہاتھ تھامیئے مجھ پر بھی رحم کیجئے
مجھ کو بھی سوز دیجئے مجھ کو بھی ہو عطا لگن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

آپؐ کا نورِ باطنی نوعِ بشر کی آگہی
آپ ہی شہرِ علم ہیں آپ ہی بابِ فکر وفن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

منزل بھی میری آپؐ ہیں آپؐ ہی میرا راستہ
آپؐ کا نام جب لیا کھلتی گئی رہِ سخن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

کچھ بھی نہ جوڑ کر رکھا گھر میں تھا ایک بوریا
دنیا میں ہی لٹا دیا دنیا کا سارا مال ودھن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

صدقے میں جس کے مل گئیں دنیا کی ہم کو دولتیں
پتھر بندھے تھے پیٹ پر وہ تھا غریب و خستہ تن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

چُبھنے لگا ہے جسم پر اپنا لباسِ ریشمی
آیا جو یاد آپ کا خستہ غریب پیراہن
صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّی علیٰ محمدٍ ﷺ

Email: arshimalik50@hotmail.com

ہجرت کا باب جب پڑھا کٹ کٹ گیا ہے دل مرا
آنکھیں چھلک چھلک گئیں چھوٹا جب آپ سے وطن
صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ

واحد خدا کو ماننا یہ ہی تھا جرم آپ کا
لے کر یہی صدا اٹھے چھوڑا نہیں کوئی جتن
صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ

مولا ہی یار آپؐ کا مولا ہی پیار آپؐ کا
سایہ نہ ماں نہ باپ کا نہ کوئی بھائی نہ بہن
صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ

آپ کو جبرائیلؑ نے بھینچا گلے لگا لیا
سج سج گئی اُس ایک پل میرے نبیؐ کی انجمن
صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ

خوابوں میں آپؐ آئیں گے مجھ کو گلے لگائیں گے
رنگ کبھی تو لائے گی میری تڑپ مری لگن
صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ

کھل کر نہ آج رو سکے زخموں کو ہم نہ دھو سکے
ڈھل گئی شکلِ نعت میں دل میں چھپی ہوئی دکھن
صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ ____________ صلّیِ علیٰ محمدٍ ﷺ

عشقِ نبیؐ کو اوڑھ کر جاؤں گی زیرِ خاک میں
یہ ہی مرا لباس تھا یہ ہی بنے مرا کفن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

دل بھی تھا کچھ دکھا ہوا دریائے غم چڑھا ہوا
ضبط کے بند بہہ گئے سیلابِ اشک موجزن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

جو بھی لکھا خدا گواہ خود وہ اٹڈ اٹڈ پڑا
رکتا نہیں یہ سلسلہ عشقِ نبیؐ ہے موجزن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

انؐ کے ہی در کی خاک ہو عرشی یونہی تو پاک ہو
زیبا ہے تجھ کو عاجزی جامہِ چاکری پہن
صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صلّیِ علیٰ محمدٍﷺ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شعر

جو ترے عشق میں ہو سودائی ہے وہی ایک شخص فرزانہ
جان دے کر امر ہوا عرشی ورنہ کچھ شے نہیں تھا پروانہ

آڑے وقت کی دعا

یہ دعا حضرت مسیح موعودؑ کے ایک خط سے اخذ کی گئی ہے، اور اسے آزاد نظم کی شکل میں ڈھالا گیا ہے۔
یہ خط آپؑ نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کے نام تحریر فرمایا تھا۔
(حیاتِ قدسی جلد۳ صفحہ ۱۲)

اے مرے محسن مرے پیارے خدا
میں کہ اِک ناکارہ بندہ ہوں ترا
پُرگناہوں سے ہوں اور غفلت بھرا
تو نے مجھ سے ظلم پر گو ظلم دیکھا، اور گناہوں پر گناہ
پر کیا انعام پر انعام اور احسان پر احساں کیا
پردہ پوشی کی مری اور نعمتیں دیں بے شمار
اب بھی مجھ نالائق و پُر از گنہ پر رحم کر
معاف کر دے ناسپاسی میری، بے باکی مری
بخش دے مجھ کو نجات، اس غم سے اے میرے خدا
کوئی چارہ گر نہیں میرا بجز، تیرے سوا

نفرت ہمیں کسی سے نہیں

پیار سب سے ہے

مذہب کے نام پر جو زمانے میں جنگ ہے
اس کشمکش میں گھر کے مری جاں تنگ ہے

کیوں ہیں خدا کے نام پہ خونخوار اس قدر
اک دوسرے کی شکل سے بے زار اس قدر

ہر اک نبی پہ سنگ اُچھالے گئے بہت
اپنے وطن سے گھر سے نکالے گئے بہت

حالانکہ انبیاء تو محبت ہیں پیار ہیں
منزل ہے ایک راستے گرچہ ہزار ہیں

سب میں خدائے پاک کا رنگِ ظہور ہے
شمعیں جدا جدا سہی پر ایک نور ہے

تھے ایک راستے کے مسافر سب انبیاء
اک دوسرے کے گویا برادر سب انبیاء

تھی روح ایک جسم مگر بے شمار تھے
سب ہی خدائے پاک پہ دل سے نثار تھے

Email: arshimalik50@hotmail.com

پیغام بر جدا سہی پیغام ایک ہے
طرزِ عمل جُدا سہی پر کام ایک ہے

گنتی ہو موتیوں کی تو وہ بے شمار ہیں
پر جب لڑی میں بندھ گئے پھر ایک ہار ہیں

بتیس منہ میں دانت ہیں پر کام ایک ہے
اس طرح انبیاء کا بھی پیغام ایک ہے

گو سیب دیکھنے میں ہیں لگتے جدا جدا
رس ان کا گر نچوڑو تو پھر ایک ہے مزہ

آنکھیں بہت ہیں نورِ بصارت تو ایک ہے
قصے جدا جدا ہیں حقیقت تو ایک ہے

کالی ہو آنکھ بھوری ہو نیلی کہ شربتی
ہے کام کی تو صرف وہی جو ہو دیکھتی

کرتے نہیں ہیں فرق کبھی انبیاء میں ہم
اس طور بڑھتے رہتے ہیں خوفِ خدا میں ہم

سارے جہاں سے ہم نے ہی کہنا ادب سے ہے
نفرت ہمیں کسی سے نہیں پیار سب سے ہے

کشتیِ نُوح

روحانیت کے بحر میں یونہی نہ کُود اُچھل
انجان راستوں پہ نہ بِن راہبر کے چل
اس بحرِ بیکراں کا کنارہ کوئی نہیں
دانش وری کا اس میں گذارہ کوئی نہیں
تنکوں کا منطقوں کی سہارا کوئی نہیں
چپکے سے جا کے نوحؑ کی کشتی میں بیٹھ جا
کر اختیار عاجزی ، پستی میں بیٹھ جا
ڈھیلا سا خود کو چھوڑ کے مستی میں بیٹھ جا

تیراکیوں کے زعم کو دل سے نکال دے
یہ راہ پُر خطر ہے بہت دیکھ بھال لے
ڈوبے گا زیرِ آب ہر اک عقل کا پہاڑ
عرشیؔ کر آج عشق کی راہوں کو اختیار

اس راہ پر ہی آج ہے جینے کا سب مدار
غفور تھا جو کل ، ہے وہی آج قہر بار
کنعاں نہ بن کہ صاف ہے قُرآن میں لکھا
کوئی نہیں بچائے جو اللہ کے سوا

☆☆☆☆☆☆☆☆

Email: arshimalik50@hotmail.com

برف کے پیالے

اے سادہ و نادان دل

اے کم فہم حیران دل

خوش فہمیوں کو چھوڑ دے

جھوٹی امیدیں توڑ دے

اب زادِ رہ کو جانچ لے

پختہ ہو تھوڑی آنچ لے

جو کچھ لئے جاتا ہے تو

کھوٹا وہ یا کہ کھرا

ریشم ہے گٹھڑی میں تری

او بے خبر کہ بُھس بھرا

تجھ کو بچا نہ پائیں گے

بارش سے تپتی دھوپ سے

تعمیر جو تو نے کئے

اونچے محل رنگین گھر

کاغذ قلم اور حرف سے

ہر بوند کو ترسائیں گے

تشنہ لبی بھڑکائیں گے

کس آس پر تو نے گھڑے

جاڑوں میں پیالے برف سے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اندر پھول کھلے

ظاہر کا شجر جب سوکھ گیا تب اندر پھول کھلے
ہم باہر باہر صحرا تھے ، سب اندر پھول کھلے

باہر کی چمک سے گھبرا کر جب ہم نے آنکھیں موندیں
تب اندر سے کرنیں پھوٹیں ، تب اندر پھول کھلے

موسم کے تیور بدلے تھے باہر تھی بڑی بے چینی
اندر کلیوں نے کھول دیے لب اندر پھول کھلے

اس دنیا کو خوش کرنے میں جس شخص کا جیون بیتا
کب اس دل میں برسات ہوئی کب اندر پھول کھلے

ظاہر کی بہاریں عرشیؔ جی بے معنی اور بے مقصد
ہر سُو پت جھڑ کا موسم تھا جب اندر پھول کھلے

....

امید پہ توبہ کی گناہ کرتے ہیں عرشی
پھر عمر کی امید پہ توبہ نہیں کرتے

Email: arshimalik50@hotmail.com

چنگاری

مت بنو تم غلام خواہش کے یہ طلب کو سوا بڑھائے گی
آگ میں جھونکتے ہو کیوں ایندھن اور بھڑکے گی بُجھ نہ پائے گی

دل کی حالت سے ایک لمحہ بھی بے خبر ہو نہ جاؤ تم عرشی
بچ رہی ایک بھی جو چنگاری شہر کو بے دھڑک جلائے گی

☆☆☆☆☆☆

یہ فقیری تو کام کی شے ہے

سارے پردے اٹھا دیئے اس نے یہ فقیری تو کام کی شے ہے
سب تکلف بھلا دیئے اس نے یہ فقیری تو کام کی شے ہے

دیکھ پائے نہ ہم جو شاہی میں ان حجاباتِ کجکلاہی میں
وہ مناظر دکھا دیئے اس نے یہ فقیری تو کام کی شے ہے

اب مجھے رونے سے بڑھ کر کوئی آسائش نہیں

اب مرے دل میں خوشی کی کوئی گنجائش نہیں
سج گیا غم دل میں کوئی اور آرائش نہیں

دردِ دل کب سے ہے کتنا ہے بتاؤں کس طرح
کوئی پیمانہ نہیں ہے کوئی پیمائش نہیں

بے ثمر ناکارہ بیخ بستہ ہے ایسی زندگی
جس میں تیرے پیار کی نگھ اور گرمائش نہیں

رنج و غم اور سوگواری ہی مری تفریح ہے
اب مجھے رونے سے بڑھ کر کوئی آسائش نہیں

تیری خواہش چھوٹی چھوٹی خواہشوں کو کھا گئی
اب کوئی حسرت نہیں ہے کوئی فرمائش نہیں

موت سے پہلے ہی مر جاؤ تو جی اٹھو گے تم
اس سے بہتر اور عرشی کوئی پیدائش نہیں

باندھ رکھا ہے

کسی کو ذاتِ حق سے دوریوں نے باندھ رکھا ہے
کسی کو کبر نے مغروریوں نے باندھ رکھا ہے

محبت مال کی حائل کہیں اولاد کا فتنہ
کسی کو لذتوں نے چُوریوں نے باندھ رکھا ہے

کروں پرواز طائر کی طرح تیری طرف مولا
مجھے تو جسم کی مجبوریوں نے باندھ رکھا ہے

☆☆☆☆☆

لُطف و کرم ملی جو توجہ ہے یار کی
ٹھٹھرے ہوئے بدن کے لئے دھوپ پیار کی

زلیخا کی حیاء

خدائے قادرِ مطلق کے پیرو کار ہیں ہم سب
موحد ہیں ہمیں اپنے خدا پر ناز ہے بے حد
سمجھتے ہیں علیم اس کو ، سمجھتے ہیں خبیر اس کو

عمل کوئی بھی ہو کیسا بھی ہو مخفی نہیں اس سے
کوئی دانہ ہو رائی کا ، پہاڑوں میں چٹانوں میں
کہیں بھی ہو چھپا عرشی ، وہ اس کو جان لیتا ہے
اسے پہچان لیتا ہے
سمندر کی ہو تہہ یا آسماں کی نیلگوں وسعت
سبھی اس کی نظر میں ہیں ، سبھی اس کے اثر میں ہیں
یہی ایمان ہے اپنا ، یہی ایقان ہے اپنا

سمجھتے ہیں علیم اس کو ، سمجھتے ہیں خبیر اس کو
مگر کرتے ہیں پھر بھی ہم گناہ دیدہ دلیری سے
چھپاتے ہیں اسے لوگوں سے ہم حیلے بہانوں سے
خدا سے پر چھپانے کی کبھی پروا نہیں کرتے
کوئی پردہ گرانے کی کبھی پروا نہیں کرتے

صفاتِ ایزدی کو ہم معطل جان لیتے ہیں

یا اس دم خود سری کرنے کی دل مین ٹھان لیتے ہیں

مجھے اس وقت یاد آتی ہے اک مشرک کی کافر کی
خدا سے تھی جو نا واقف ، بتوں کو پوجتی تھی جو
نہ خوف اللہ کا اس کو ، نہ تھا انجام کا کھٹکا
عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا نام تھا جس کا
وہ کھو بیٹھی تھی سدھ بدھ
حسنِ یوسفؑ اس نے جب دیکھا
تمنا تھی یہی دل میں بنا لوں گی اسے اپنا
بڑھی وہ جانبِ یوسفؑ بڑے ارماں سے چاوٗ سے
وہ پیچھے اس کے دوڑی تھی محبت سے لگاوٗ سے
وہ اپنے نفسِ امارہ کو کب مغلوب کر پائی
مگر حیرت ہے اس لمحے اسے کیسی حیاء آئی

نہ بھولی اپنے بُت کو ڈھانپ دینا ایک کپڑے سے
وہ مشرک تھی مگر اپنے خدا سے شرم کرتی تھی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اکیسویں صدی

اِک موت اک کٹاری ہے اکیسویں صدی
اور دشمنوں پہ بھاری ہے اکیسویں صدی

پرچم بلند ہو گا محمد ﷺ کے نام کا
الحاد کی خواری ہے اکیسویں صدی

پچھلی صدی کو ہم نے پلایا تھا اپنا خوں
اس طرح سے نکھاری ہے اکیسویں صدی

جھیلا ہے ہم نے جبر بہت بیسویں صدی
قدرت نے ہم پہ واری ہے اکیسویں صدی

ہتھیار اپنا اشک تھے اور ڈھال تھی دعا
یہ ہی طریق جاری ہے اکیسویں صدی

پہلے ہی سال آٹھ کروڑ اور دس ہزار
بُرّاق کی سواری ہے اکیسویں صدی

ہم لوگ کل رہیں گے نہ حدّ و شمار میں

Email: arshimalik50@hotmail.com

اپنی تو بے شماری ہے اکیسویں صدی

پورے خدا کے سارے نوشتے کرے گی یہ
حیرت کی اک پٹاری ہے اکیسویں صدی

گھونگھٹ مسیحؑ کے نام پہ اپنا اٹھائے گی
اَن چھوئی اور کنواری ہے اکیسویں صدی

عیسیٰ نفس کی پھونک سے دھڑکے گا اس کا دل
گو زندگی سے عاری ہے اکیسویں صدی

کھولے گی سارے راز وفاتِ مسیح کے
تثلیثیوں پہ بھاری ہے اکیسویں صدی

آسائشوں سے جسم ہے اس کا ڈھکا ہوا
پر روح کی بھکاری ہے اکیسویں صدی

رحمان کی یہ جنگ ہے شیطاں سے آخری
باطل کی مارا ماری ہے اکیسویں صدی

ہرگز نکل نہ پائیں گے نرغے سے بد چلن
وہ صید ہیں شکاری ہے اکیسویں صدی

نمرودیوں پہ غیض براھیمؑ کے لئے
پھولوں کی اک کیاری ہے اکیسویں صدی

زندہ دلوں میں پھوٹے گا عشقِ خدا کا بیج
الفت کی آبیاری ہے اکیسویں صدی

اُترا نہیں ہے جن کا مسیحؑ آسمان سے
ان کو تو زخمِ کاری ہے اکیسویں صدی

جو جاں نثار راہِ خدا میں اسیر ہیں
ان سب کی رُستگاری ہے اکیسویں صدی

اللہ نے بنا کے اسے نعمتوں کا خوان
چاؤ سے پھر اتاری ہے اکیسویں صدی

اور منکروں کے منہ پہ طمانچے کی شکل میں
ذلت بنا کے ماری ہے اکیسویں صدی

یاں چین ہے سکون ہے ٹھنڈک قرار ہے
واں طیش و بے قراری ہے اکیسویں صدی

فتحِ مبیں کے غیب سے سامان ہو گئے
غیروں کی شرم ساری ہے اکیسویں صدی

پہرہ خدا گواہ فرشتوں کا ہم پہ ہے
مولا کی فوجداری ہے اکیسویں صدی

ترکش میں جتنے تیر تھے تم نے چلا لئے
ہٹ جاؤ اب ہماری ہے اکیسویں صدی

چھینٹوں سے اپنے خون کے مقتل سجائے ہیں
دے کر لہو نکھاری ہے اکیسویں صدی

آنکھوں میں اپنی سیل رواں آنسوؤں کا ہے
خود ڈوب کر ابھاری ہے اکیسویں صدی

سجدہ گہیں بھگوئی تھیں ہم سب نے دوستو
ہم کو جبھی تو پیاری ہے اکیسویں صدی

تم اپنا کھیل کھیل چکے بیسویں صدی
عرشی ہماری باری ہے اکیسویں صدی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس لئے تیرے در پہ آبیٹھے

ہے طبیعت میں سوگواری بھی تو نے حساس بھی بنایا ہے
ہم کہ بے سمت بھی تھے بے پر بھی تو نے خود راہ پر لگایا ہے
تیرے قرباں نہ کس طرح جاؤں تو نے بڑھ کر گلے لگایا ہے
کون سنتا تھا قصۂ غم کو تجھ کو بتلا کے چین آیا ہے
اس طرح آج کھل کے ہم روئے ہم نے سب کو رُلا دیا عرشی
اس لئے تیرے در پہ آبیٹھے ہم کو سب نے اٹھا دیا عرشی

خواب جو جاگتے میں دیکھے تھے ہو کے ٹکڑے ہزار ٹوٹے ہیں
سب امیدیں بکھر گئیں اپنی آرزوں کے ہار ٹوٹے ہیں
جو گھروندے بنائے تھے ہم نے مانندِ ریگ زار ٹوٹے ہیں
خود کو مضبوط ہم نے سمجھا تھا ہم مگر بار بار ٹوٹے ہیں
راز جس کو چھپا کے رکھنا تھا بیچ محفل سنا دیا عرشی
اس لئے تیرے در پہ آبیٹھے ہم کو سب نے اٹھا دیا عرشی

یہ جہاں اک سرائے حیرت ہے اس میں کیونکر بسر کرے کوئی
راستے پر خطر اندھیرے ہیں کیسے تنہا سفر کرے کوئی
یہ سفر ہم سے طے نہ ہو پایا ہے تمنا مگر کرے کوئی
کچھ تو ایسا بھی لکھ سکوں شائد جو دلوں پر اثر کرے کوئی
تیرے رحم و کرم نے ڈھانپا ہے ہم کہاں کے تھے پارسا عرشی
اس لئے تیرے در پہ آبیٹھے ہم کو سب نے اٹھا دیا عرشی

اولیا اللہ

اٹھائے جائیں گے انسان جب روزِ قیامت کو

پکارے جائیں گے

سب لوگ نبیوں کے حوالے سے

پکارے گا خدا ولیوں کو پر اپنے حوالے سے

کہاں ہیں دوست میرے یار میرے آشنا میرے

کہاں ہیں میرے طالب اور گوہر بے بہا میرے

کہ مجھ سے پیار تھا جن کو فقط میری تمنا تھی

مجھے بھی پیار ہے ان سے

وہی مقصود ہیں میرا

وہی وی۔آئی۔پی ہیں اب

وہی ہیں اولیا اللہ

رسوائی محبت کی

عزت سے مجھے پیاری رسوائی محبت کی
محفل سے نہ میں بدلوں تنہائی محبت کی

میں تیری محبت کو اوڑھوں بھی بچھاؤں بھی
اس ٹھنڈ میں کافی ہے گرمائی محبت کی

رقصاں ہے دلِ وحشی روکے سے نہیں رُکتا
جس دن سے سنی اس نے شہنائی محبت کی

اس راز کو اب میری چُپ بھی نہ چھپا پائے
انگ انگ سے چھلکے ہے گویائی محبت کی

رنگینیِ دنیا بھی مسحور نہ کر پائی
کافی تھی مرے دل کو رعنائی محبت کی

لکھوں تو میں کیا لکھوں بولوں تو میں کیا بولوں
الفاظ میں کب سمٹے گہرائی محبت کی

برسوں مری آنکھوں میں بیٹھا وہ دھوآں بن کر
پھر آگ مرے دل میں سلگائی محبت کی

اس ساز کے تاروں سے نغمات کئی پھوٹے
ہاں چوٹ مرے دل نے جب کھائی محبت کی

اک نورِ بصیرت ہے جس دل میں سلگ اٹھے
بڑھ جاتی ہے اس دل میں بینائی محبت کی

جب خشک ہوئے آنسو دل سخت ہوا اپنا
اس وقت مرے دل کو یاد آئی محبت کی

رسمی سی عبادت سے برسوں کی کہیں بہتر
مل جائے اگر دل کو اک رائی محبت کی

☆☆☆☆☆☆☆

راز

میرے رب کا عجب طریقہ ہے
اس کا سادہ سا کب طریقہ ہے
پیار جب وہ کسی سے کرتا ہے
اس کو جی بھر کے آزماتا ہے
اشکِ خونیں اسے رُلاتا ہے
اس پہ کرتا ہے پھر مسلط وہ
ایک فرعون یا کئی فرعوں
اس کو جو ہر گھڑی ستاتے ہیں
قہرِ مولا کو کھینچ لاتے ہیں
جس کو دیتا ہے وہ کوئی درجہ
برگزیدہ یونہی بناتا ہے
یونہی درجات کو بڑھاتا ہے
لُطفِ قربت یونہی چکھاتا ہے
یونہی اپنے قریب لاتا ہے
اب سمجھ میں یہ راز آیا ہے
میں نے انمول بھید پایا ہے
اس کا جور و ستم بھی بھایا ہے

ترکِ دنیا سنت ہے

دو لفظی ہے مذہب اپنا یہ ہی اصل حقیقت ہے
عشقِ خدا ہے فرض ہمارا ترکِ دنیا سنت ہے

چھوڑو سارے گورکھ دھندے مطلب کی تم بات کرو
اک شے جو محبوبِ خدا ہے وہ مخلوق کی خدمت ہے

خود غرضوں نے نادانوں نے مذہب کو بدنام کیا
پیار نہ جو مسلک سکھلائے اس مسلک پر لعنت ہے

اپنی اپنی بولی بولیں مذہب کے سب ٹھیکے دار
کرتا دھرتا یہ بن بیٹھے جاہل سب اکثریت ہے

جنت کے پروانے جاری کرتے ہیں مولانا لوگ
اک دوجے کو کافر سمجھیں کیسی دل میں خسّت ہے

اپنے حال پہ قائم رہنا اپنے رب سے راضی رہنا
یہ کچھ چھوٹی بات نہیں ہے یہ بھی ایک کرامت ہے

طمع لالچ آپا دھاپی اس کردار کا حصہ ہیں
قدرت کے لکھے پر جس کو شک کرنے کی عادت ہے

من سے رب کی سیوا کرلو تن سے اس کے بندوں کی
نکتہ ہے یہ راز کا پیارو یہ ہی عین عبادت ہے

☆☆☆☆☆☆☆

خارش کی بیماری

عجب اک نیند ہے غفلت کی ہر اک آنکھ پر طاری
نہیں کل کے لئے عرشی کسی کی کوئی تیاری
یہ مثلِ چھوت ہے اک دوسرے سے لگ ہی جاتی ہے
محبت دنیائے مردار کی خارش کی بیماری

....

ایک شعر

اک ترے ہونے سے حرفِ معتبر ہے زندگی
تو نہ ہو شامل تو عرشی دردِ سر ہر زندگی

خاک ہوں مجھ کو کیمیا کر دے

میرے مالک میں سامنے تیرے دست بستہ یہ عرض کرتی ہوں
تیری شانِ بلند کے آگے ہو کہ پستہ یہ عرض کرتی ہوں
میں ہوں گم نفس کے اندھیروں میں دل شکستہ یہ عرض کرتی ہوں

درد دے کر مجھے محبت کا دل کو دنیا سے بے مزہ کر دے
تو مجھے روشنی عطا کر دے خاک ہوں مجھ کو کیمیا کر دے

تیرے لطف و کرم کی حد کوئی نہ کوئی حد مرے گناہوں کی
پھر بھی یہ تیری سمت اٹھتی ہیں جراتیں دیکھ اِن نگاہوں کی
تیرے جاہ و جلال کے آگے حیثیت کیا ہے بادشاہوں کی

میری انگلی پکڑ کے لے چل تو ظلمتوں میں بھی راستہ کر دے
تو مجھے روشنی عطا کر دے خاک ہوں مجھ کو کیمیا کر دے

دل نہ بہلے گا مرا

ظاہری آسودگی سے دل نہ بہلے گا مرا
کاغذی جھوٹی خوشی سے دل نہ بہلے گا مرا

مجھ کو تنہا درد میں سلگے ہوئے دل کی قسم
رسمی محفل کی ہنسی سے دل نہ بہلے گا مرا

تشنہ لب ہوں میں مجھے تشنہ لبی پر ناز ہے
مانگی تانگی بے خودی سے دل نہ بہلے گا مرا

ہے مرے پیشِ نظر اب اُس کا حُسنِ دائمی
اب تو عشقِ عارضی سے دل نہ بہلے گا مرا

اب رگ و ریشے میں قرآں کی محبت رچ گئی
اب قصیدے مثنوی سے دل نہ بہلے گا مرا

حُکم ہے تیرا تو دنیا کا بھی میلہ دیکھ لوں
ورنہ اس دردِ سری سے دل نہ بہلے گا مرا

شعر لکھتی ہوں کہ دل کے درد کو ہلکا کروں

سچ تو یہ ہے شاعری سے دل نہ بہلے گا مرا

بچپنے کی ہیں یہ باتیں بچپنے کے خواب ہیں
اب سرورِ عاشقی سے دل نہ بہلے گا مرا

تیری قربت کی طلب ہر آن پہلے سے سوا
جان لطفِ یک شبی سے دل نہ بہلے گا مرا

ابنِ مریم آچکا ہم اس کے در کے ہو چکے
حنبلی اور مالکی سے دل نہ بہلے گا مرا

دل میں گر جذبے کی سچائی نہیں تو کچھ نہیں
اس غرض کی دوستی سے دل نہ بہلے گا مرا

عبد کی ہے شان ہر ساعت مکمل بندگی
شوقِ طرزِ صاحبی سے دل نہ بہلے گا مرا

شاعری کرنے کو رمزِ شاعری بھی چاہیے
رات دن کی خوشخطی سے دل نہ بہلے گا مرا

ہو گیا ہے کاروبارِ زندگی سے دل اُچاٹ
اب کسی بھی دل لگی سے دل نہ بہلے گا مرا

جیسے تیسے کر کے عرشی کاٹتی ہوں زندگی
حالانکہ اس بے دلی سے دل نہ بہلے گا مرا

رو دیئے

اک لفظ بھی نہ لب سے کہا اور رو دیئے
عؔرشی اٹھائے دستِ دعا اور رو دیئے

پتہ شجر سے ٹوٹ گرا اور روَ دیئے
آیا خیالِ وقتِ فنا اور روَ دیئے

نفرت کسی نے کی بھی تو اتنا ہی کہہ سکے
ایسا نہیں تھا تم کو روا اور روَ دیئے

طوفاں مچل مچل کے مرے دل میں رہ گئے
شکوہ کیا نہ کوئی گلا اور روَ دیئے

یارا نہ خود میں ضبط کا پایا تو یہ کہا
تیری رضا میں میری رضا اور روَ دیئے

ایسے نہ تھے کہ اور کسی کو رُلا سکیں
ہر جبر مسکرا کے سہا اور روَ دیئے

وہ زخم تیری چاہ کا ، الفت کا پیار کا
ہر شب کیا ہے اس کو ہرا اور روَ دیئے

رخصت کے وقت اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے

کر دو معاف میرا کہا اور روٗ دیئے

یونہی سی کوئی بات تھی آنکھیں چھلک پڑیں
اک درد دل کی تہہ سے اُٹھا اور روٗ دیئے

ہو نہ سکی زبان کبھی دل کی ترجماں
ہم نے نہ کچھ کہا نہ سنا اور رو دیئے

چہرے پہ محفلوں میں بشاشت سجی رہی
گھر آ کے غم کی اوڑھی ردا اور روٗ دیئے

ہم ہر خوشی غمی میں ترے در پہ آ گرے
نکلا لبوں سے میرے خدا اور روٗ دیئے

کب ابتدائے عشق میں رہتا ہے ضبطِ شوق
ہر اک سے تیرا ذکر کیا اور روٗ دیئے

اک میٹھا میٹھا درد سلگتا ہے روح میں
دیکھا جو کوئی دیپ جلا اور روٗ دیئے

آنے نہ دی جبیں پہ کبھی ایک بھی شکن
سنتے رہے سب اچھا بُرا اور روٗ دیئے

لکھنے لگے جو ہم غمِ دل کی حکائتیں
عرشیؔ لہو قلم سے بہا اور روٗ دیئے

اب تجھ سے پیارا کوئی نہیں

اولاد ہو یا ہو مال و زر اب تجھ سے پیارا کوئی نہیں
اب پل دو پل کی دوری بھی اس دل کو گوارا کوئی نہیں

دنیا کی ہر اک رنگینی سے دل بُجھ سا گیا اک عمر ہوئی
اب راکھ سی دن بھر اڑتی ہے راتوں کو ستارا کوئی نہیں

ہاں یادِ خدا کے چپو ہی کشتی کو پار لگاتے ہیں
ورنہ اس بحرِ غفلت کا تا دُور کنارہ کوئی نہیں

ہے یومِ نتائج حشر کا دن کیا اس سے پہلے بات کریں
یہ دنیا ہے میدانِ عمل یاں جیتا ہارا کوئی نہیں

ہم جیسے دُکھیا لوگوں کو اک آہٹ کی بھی ٹھیس بہت
اور برتن بج ہی اٹھتے ہیں اس درد کا چارہ کوئی نہیں

لب خشک ہیں آنکھیں جلتی ہیں اک حبس سا اندر باہر ہے
مشکل ہے بہت یہ ضبطِ غم اب صبر کا یارا کوئی نہیں

بے چین بلکتی روحوں کو آنسو ہی تسلی دیتے ہیں
غم تھپک تھپک کر کہتے ہیں سو جاؤ تمہارا کوئی نہیں

اس ہنستی بستی دنیا میں میں کھوئی کھوئی پھرتی ہوں
مجھ جیسا ساری بستی میں تنہائی کا مارا کوئی نہیں

میں اپنی ہمت کے بل پر اب اور نہیں جی پاؤں گی
یہ عرض گزاری ہے مالک اور زور ہمارا کوئی نہیں

کمزور بھی ہوں بے طاقت بھی بے وقعت بھی لاچار بھی ہوں
اک نظرِ کرم اک نظرِ کرم اب اور سہارا کوئی نہیں

میں رُل کر مٹی ہو جاؤں قدموں میں جہاں کے کھو جاؤں
بدلے میں اگر تو مل جائے تو یار خسارا کوئی نہیں

کس کاندھے پر میں سر رکھوں اور کس سے دل کی بات کہوں
سب شہر بھرے ہیں لوگوں سے پر ان میں ہمارا کوئی نہیں

میں اپنی بُقچی باندھ کے اب اسٹیشن پر آ بیٹھی ہوں
دنیا کو کبھی کا چھوڑ چکی واں اپنا کھلارا کوئی نہیں

تھک ہار کے جگ کے دھندوں سے جب لوٹ کے میں گھر آتی ہوں
دیوار و در چِلّاتے ہیں اس گھر میں تمہارا کوئی نہیں

ہر جیت کو ٹھکرا کر عرشی میں مات سدا چُن لیتی ہوں
چسکہ سا غموں کا ہے ورنہ یوں جان کے ہارا کوئی نہیں

نام تیرا مری تسلی ہے

چار جانب دھوآں ہے دنیا میں خواہشوں کا غبار اڑتا ہے
آندھیاں جب غرض کی چلتی ہیں چاہ اڑتی ہے پیار اڑتا ہے
وسوسے دل کو گھیر لیتے ہیں چین لٹتا قرار اڑتا ہے
ڈھل ہی جاتی ہے ساری آرائش اور رسمی سنگھار اڑتا ہے
ایسے بے اعتماد موسم میں میرا مولا مری تسلی ہے
جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

مونس و غم گسار بن بن کر کتنے چہرے قریب آتے ہیں
سب کو ہم اپنا جان لیتے ہیں سب کی راہوں میں دل بچھاتے ہیں
جانتے بوجھتے ہوئے عرشی خوشدلی سے فریب کھاتے ہیں
آنسوؤں سے غموں کو نہلا کر شوق سے پھر انہیں سجاتے ہیں
میں ہراساں ہوں کب اندھیروں سے اک اُجالا مری تسلی ہے
جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

ہم نے سب کو کھنگال کر دیکھا سارے رشتے غرض کے رشتے ہیں
سوکھے بادل ہیں اڑ ہی جائیں گے کھیت پر یہ کہاں برستے ہیں
جھیلنے ہی پڑیں گے ہر صورت اپنی قسمت کے جو نوشتے ہیں
لب پہ شکوہ بھی آ ہی جاتا ہے ہم بھی انساں ہیں کب فرشتے ہیں
خواب میں بھی جسے نہیں دیکھا بس وہ چہرہ مری تسلی ہے
جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

جو گناہوں سے دل پہ جم جائے آنسوؤں سے وہ میل کٹتی ہے
جب تری سمت سے اشارہ ہو زندگی راستہ بدلتی ہے
تیری چوکھٹ پہ چین آتا ہے تیرے قدموں میں جاں سنبھلتی ہے
شعر لکھتے ہیں ہم اکیلے میں بھاپ دل کی یونہی نکلتی ہے
سامنے تیرے کھل کے رو لینا میرے آقا مری تسلی ہے
جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

مجھ کو دنیا سے کچھ نہیں مطلب ایک دردِ سری ہے کچھ بھی نہیں
زندگی دل گداز لمحوں کی ایک بخیہ گری ہے کچھ بھی نہیں
میں ہوں کیا اور کیا مرے اعمال ایک خانہ پُری ہے کچھ بھی نہیں
جس میں غم کے ہیں سُر بھرے عرشی عمر وہ بانسری ہے کچھ بھی نہیں
بخش دے گا گنہگاروں کو تیرا وعدہ مری تسلی ہے
جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

تیری چاہت کی ریشمی چادر آج کل سر پہ تان لیتی ہوں
تو کسی بھیس میں بھی ظاہر ہو میں تو خوشبو سے جان لیتی ہوں
اب نہ دھرآؤں گی خطاؤں کو روز یہ دل میں ٹھان لیتی ہوں
تیرے حُکموں پہ چوں چرا کیسی میں تو فوراً ہی مان لیتی ہوں
تیرے الفاظ دل کا مرہم ہیں تیرا لہجہ مری تسلی ہے
جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

میں کسی سمت بھی چلی جاؤں سوچ تیری طرف ہی جاتی ہے
یاد تیری مجھے ہنساتی ہے اور تری یاد ہی رلاتی ہے
مجھ کو ہر چیز کی بناوٹ سے ایک آواز ''کُن'' کی آتی ہے
چوڑیوں کی کھنک بھی کانوں کو تیرے نغمات ہی سناتی ہے
دیکھ لیتی ہے آنکھ ہر شے میں تیرا جلوہ مری تسلی ہے

جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

دُھند کے سہم کے یہ لمحے ہیں میری ڈھارس بندھا کے مل پیارے
تیرے وعدے ہیں زندگی اپنی اپنے وعدے نبھا کے مل پیارے
کتنے سُنسان ہیں مرے رستے کوئی ہلچل مچا کے مل پیارے
تیری دوری نے دل کو چیر دیا آ ذرا پاس آ کے مل پیارے
چھوٹنے کو ہے صبر کا دامن تیرا آنا مری تسلی ہے
جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

عشق کو زہر جاننے والے اس کی لذت مٹھاس کیا جانیں
رات دن پیراہن بدلتے ہیں روح کیوں بے لباس کیا جانیں
دل کو کس چیز کی ہے بے چینی دل کو کیسا ہراس کیا جانیں
ہم کہ آسائشوں کے ہوتے بھی کس لئے ہیں اداس کیا جانیں
اجنبی شہر لوگ بیگانے تو ہے اپنا مری تسلی ہے
جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

پیار سے جس نے اک نظر دیکھا دوڑ کر اس کے پاس جا بیٹھے
حالِ دل اس سے برملا کہہ کر آپ اپنی قدر گھٹا بیٹھے
بارہا سانحہ یہ گذرا ہے بارہا ہم فریب کھا بیٹھے
دل کی ٹوٹی منڈیر پر عرشی اب پرندے غموں کے آبیٹھے
تیری چوکھٹ پہ ہر گھڑی گرنا اور رونا مری تسلی ہے
جاں کنی ہے یہ زندگی اپنی نام تیرا مری تسلی ہے

انا

میں نے پوچھا کہ اے مرے مالک
میرے دونوں جہان کے خالق
کیسے دنیا میں آپ کو پاؤں
آپ کے پاس کس طرح آؤں
میری سب لغزشیں بُھلا دیجئے
راہ آسان سی بتا دیجئے
بے تکلف جواب یہ آیا
مختصر راستہ اگر چاہو
پیر رکھ کر ''انا'' پہ آجاؤ

☆☆☆☆☆

مــــرا دل اداس ھــــــے

دنیا کی لذتوں سے مرا دل خفا ہے اب
بے کار رنجشوں سے سراسر جدا ہے اب
گویا قفس سے کوئی پرندہ رہا ہے اب
دن رات میرے ہونٹوں پہ حرفِ دعا ہے اب

گو تُو ہر ایک لحظہ مرے آس پاس ہے
پر اس کا کیا کروں کہ مرا دل اداس ہے

یہ زہر غم کا میری جڑوں تک اتر گیا
ہر موئے تن خموش ہے جیسے کہ مر گیا
وہ ولولہ وہ شوق نہ جانے کدھر گیا
دل چلتے چلتے زور سے دھڑکا ٹھہر گیا

چہرے پہ ہے ہنسی مگر آنکھوں میں یاس ہے
پر اس کا کیا کروں کہ مرا دل اداس ہے

دنیا کی ریل پیل سمندر کی لہر ہے
رنگینیوں میں ڈوبا ہوا سارا شہر ہے

شیرینیوں کے بیچ ہی پوشیدہ زہر ہے
آگاہ دل کے واسطے آفت ہے قہر ہے

اک بے کلی ہے خوف ہے غم ہے ہراس ہے
پر اس کا کیا کروں کہ مرا دل اداس ہے

مسحور سب کو کرتی ہے ساحر ہے زندگی
باتوں سے جو لبھائے وہ شاعر ہے زندگی
اب میری دسترس سے تو باہر ہے زندگی
مفلس غریب شخص کی چادر ہے زندگی

اک سمت ڈھانپتی ہوں تو اک بے لباس ہے
پر اس کا کیا کروں کہ مرا دل اداس ہے

یہ درد کرچیوں میں ہمیں بانٹتے گئے
ہم نیلے پیلے کانچ مگر چھانٹتے گئے
حرفِ غلط سمجھ کے سبھی کاٹتے گئے
جیسے غریب بچے کو سب ڈانٹتے گئے

تیرے ہی در سے آس تھی اور اب بھی آس ہے
پر اس کا کیا کروں کہ مرا دل اداس ہے

قیدِ حیات میں تھے بندھے ہم رہا نہ تھے
اک حرفِ یاس ہی تھے سدا مرحبا نہ تھے
اک آہِ زیرِ لب تھے مگر باصدا نہ تھے

دنیا سے ہم خفا تھے پر اتنے خفا نہ تھے

اب جامِ جم نہیں ہے یہ ٹوٹا گلاس ہے
پر اس کا کیا کروں کہ مرا دل اداس ہے

جب ہم ترے حضور سراپا دعا نہ تھے
پیارے ترے وجود سے تب آشنا نہ تھے
گو دور ہم ضرور تھے مطلق جدا نہ تھے
بے عقل و بے شعور تھے پر بے وفا نہ تھے

اور اب تو لطفِ یار کی ہر سمت باس ہے
پر اس کا کیا کروں کہ مرا دل اداس ہے

افتادِ عشق گر نہ پڑے زندگی ہے کیا
جو روشنی عطا نہ کرے آگہی ہے کیا
عرشی نمازِ عشق کوئی دل لگی ہے کیا
آنسو نہ گر لہو کے بہیں بندگی ہے کیا

چشمے ابل رہے ہیں مگر دل میں پیاس ہے
پر اس کا کیا کروں کہ مرا دل اداس ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اخلاصِ نیت

کہا میں نے مرے مولا
تری راہیں ہیں پیچیدہ
مرے علم وعمل کا حال ہے کب تجھ سے پوشیدہ
عمل مقبول یا مردود ہے میں کس طرح جانوں
میں اس کو ترک کردوں یا سدا کرنے کی پھر ٹھانوں

....

کہا آسان سا اک گر ہے اس کو دل نشیں کرلے
وزن اپنے سبھی اعمال کا فوراً یہیں کرلے
عمل چھوٹا بڑا کیسا بھی ہو، گو اس کی قیمت ہے
مگر میزان میں بھاری فقط اخلاصِ نیت ہے
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شعر

کر عادی آنکھ کو رونے کا دل کو فکر کرنے کا
ذہن کو سوچنے کا اور زباں کو ذکر کرنے کا

یہ دنیا ایک سرائے ہے

دنیا کو بہت دیکھا بھالا دنیا کو خوب ٹٹولا ہے
اک قصہ طوطا مینا کا اک فرضی اُڑن کھٹولہ ہے
اک رسمی رونق میلہ ہے جم خانہ کا تنبولا ہے
ہے خواہش لینڈ کروزر کی گو گھر میں نئ کرولا ہے
ہر دل میں طوفاں خواہش کا اور ہر خواہش طوفانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

دُکان سجائے بیٹھا ہے چوراہے میں شیطان یہاں
اور آتے جاتے لٹتا ہے کتنوں کا دین ایمان یہاں
انسان کا دشمن کل بھی تھا اور آج بھی ہے انسان یہاں
اور پیہم اٹھتا رہتا ہے ہر پیالی میں طوفان یہاں
اک افراتفری ہر جانب ہر دور یہاں بحرانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

یہ جادو گر ہے جادو گر ہاروت بھی ہے ماروت بھی ہے
ہر لمحہ روپ بدلتی ہے شہزادی بھی ہے بھوت بھی ہے
چڑھاتی اور گراتی ہے یہ تخت بھی ہے تابوت بھی ہے
پیسہ ہے رگوں میں جس کی رواں یہ ایسا اک کلبوت بھی ہے
بازار ہے یہ اک سجا ہوا اک لذت خوب سہانی ہے

یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے
ہر لذت میں یاں چھپی ہوئی اک ذلت اک رسوائی ہے
جو پھر بھی اس کی چاہ کرے وہ پاگل ہے سودائی ہے
اک رمق وفا کی اس میں نہیں بے فیض ہے یہ ہرجائی ہے
رونق ہے بہت بازاروں میں پر ہر دل میں تنہائی ہے
آتا ہے کوئی جاتا ہے یہاں رستوں پر خوب روانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

پانی یہ سمندر کا کھارا جو پیاس سوا بھڑکاتا ہے
پیتا ہے بہت پینے والا پر پیاسا ہی مر جاتا ہے
اک پل بھی جو غفلت برتے وہ پھندے میں پھنس جاتا ہے
پھندہ ہے ملائم نرم بہت احساس نہیں ہو پاتا ہے
سب قید میں خوش خوش بیٹھے ہیں ہر شخص مگر زندانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

یہ بن سج کر ہر رستے پر زلفیں بکھرائے بیٹھی ہے
عقبیٰ کی ہر اک پگڈنڈی پر یہ دام بچھائے بیٹھی ہے
اور چھب دکھلا کر دولت کی کچھ کو پھسلائے بیٹھی ہے
سازش میں سیاست کی عرشی کچھ کو الجھائے بیٹھی ہے
جو اس کی چالیں تاڑ سکے اک آنکھ وہی روحانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

آج اس کی طلب میں چاہت میں جو حد سے گذرے جاتے ہیں
گو آنکھیں ان کی روشن ہیں پر دل اندھے ہو جاتے ہیں
وہ کاروبار میں دنیا کے گو لاکھوں روز کماتے ہیں

قرآن مگر یہ کہتا ہے وہ گھاٹے میں رہ جاتے ہیں
یہ کاروبار انوکھا ہے نقصان و نفع پنہانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

خواہش کا حد سے بڑھنا ہی سب جرموں کا سردار ہوا
دنیا کا عاشق دنیا میں ہر روز ذلیل و خوار ہوا
ہر در پر دامن پھیلایا اور ہر در سے انکار ہوا
جو نفس پہ قابو پا جائے بس بیڑہ اس کا پار ہوا
خواہش ہے سبب مہنگائی کا بے نفسی سے ارزانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

کل پیارے نبی نے دنیا کو ملعون کہا دھتکار دیا
آج اُمت نے اس لعنت کو جی بھر کر چاہا پیار کیا
سب قسمیں وعدے بھول گئے دنیا کو گلے کا ہار کیا
اس ہرجائی نے اس پر بھی غیروں سے نظر کو چار کیا
ہر لحظہ اپنے زخموں پر اب اس کی نمک افشانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

جو فعل خدا کی خاطر ہے پاکیزہ ہے مسنون بھی ہے
دنیا میں وگرنہ جو کچھ ہے ناپاک بھی ہے ملعون بھی ہے
اک جہدِ مسلسل ہے جاری موسیٰؑ بھی یہاں ہارون بھی ہے
اور ان کے مقابل پر ظالم فرعون بھی ہے قارون بھی ہے
حق ،ناحق کو جو جانچ سکے وہ آنکھ فقط ایمانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

اللہ کا جن کو عرفاں ہے وہ اس کی تمنا کرتے ہیں
اور دنیا کو جو جان گئے وہ ترکِ دنیا کرتے ہیں
ہم ہر پل ڈرتے رہتے ہیں ہم ہر پل توبہ کرتے ہیں
کس رستے کے ہم راہی ہیں یہ خود سے پوچھا کرتے ہیں
ہر آن نگاہیں خیرہ ہیں ہر آن نئی حیرانی ہے
یہ دنیا ایک سرائے ہے سب رونق آنی جانی ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دکھ اور سکھ

(متفرق اشعار)

اونی پونی قیمت دے کر سب نے سکھ خریدے
ہم نے مہنگے دام چکا کر عرشی دکھ خریدے

☆☆☆☆

سکھ والوں کے چہرے پر اک پردہ ایک نقاب
دکھ والوں کے چہرے دیکھو اک روشن مہتاب

☆☆☆☆

جانے کتنے برسوں سے ہے اب تو دکھ سے یاری
جس پر دکھ کی چھاپ ہو عرشی ہر وہ صورت پیاری

☆☆☆☆

دکھ کیوں مجھ کو پیارے ہیں کیوں دکھ پر میں قربان
جو اس راز کو جان نہ پائے وہ مورکھ نادان

☆☆☆☆

ہر سکھ چین سے بچ بچ گذروں بن کوئل میں کوکوں
جس نگری میں دکھ نہ ملیں میں اس نگری پر تھوکوں

☆☆☆☆

تقویٰ کی حاجت

کہا میں نے تہی دامن ہوں
خالی ہاتھ ہوں مولا
نہ کوئی شان وشوکت ہے
نہ دولت ہے نہ طاقت ہے
نسب کا فخر ہے مجھ کو
نہ مجھ میں کچھ کرامت ہے
نہ عزت ہے نہ شہرت ہے

....

سنی جو عرضِ غم میری بڑی شفقت سے فرمایا
یہاں نہ مال کی حاجت نہ شہرت کی ضرورت ہے
نسب کا زعم بھی اس راہ گزر میں ایک آفت ہے
ہمارا قرب جو چاہے اسے تقویٰ کی حاجت ہے

☆☆☆☆☆

گناہ اور عبادت

گناہ ایسا بھی ہوتا ہے
خدا کے پاس جو کر دے
دلوں میں یاس جو بھر دے
اگر آغاز اس کا خوف و ڈر ہو بے قراری ہو
اگر انجام ہو عذر و ندامت، شرمساری ہو

عبادت وہ بھی ہوتی ہے
خدا سے دور جو کر دے
بہت مغرور جو کر دے
اگر آغاز اس کا امن و چین و بے نیازی ہو
اگر انجام نخوت اور زعمِ پاک بازی ہو

تو بچہ پھر بھی ماں ماں ہی پکارے

(اللہ تعالیٰ کے حضور ایک عاجزانہ فریاد)

بھلا دے دل سے اب اغیار سارے
چکھا دے اپنی قربت میرے پیارے

فقط تیرا سہارا چاہتی ہوں
نہیں درکار اب جھوٹے سہارے

نہ ہو تیرے سوا کوئی شناسا
نظر سمجھے فقط تیرے اشارے

ستم ہو یا کرم یکساں ہو مجھ کو
میں گھوموں رات دن تیرے دوارے

اگر بچے کو ماں سو بار مارے
تو بچہ پھر بھی ماں ماں ہی پکارے

قلم

میں نے برسوں بعد پھر ہاتھوں میں جب تھاما قلم
انگلیوں کے درمیاں پہلو بدلتا تھا قلم

پہلے تھوڑی دیر تو مجھ کو رہا تکتا قلم
اور پھر مجھ سے مخاطب ہو کے یوں بولا قلم

تو بہت نادان و سادہ ہے یہیں رکھ دے قلم
ہر کس و ناکس کے ہاتھوں میں نہیں سجتا قلم

کچھ نہیں کہنے کو گر تو فائدہ لکھنے کا کیا
مان لے تو بات میری پھینک دے اپنا قلم

اس کو سمجھوتوں سے نفرت بزدلی سے عار ہے
مصلحت اندیشیوں پر تلملاتا ہے قلم

وہ نزولِ حرفِ حق بھی نور کی برسات تھی
روشنی پوروں سے پھوٹی جگمگا اٹھا قلم

میرے مالک میرے ذہن و دل میں بھر دے روشنی
تیری رحمت کے بھروسے میں نے ہے تھاما قلم

جس طرح ہمکے کوئی آغوشِ مادر کے لئے
یوں مرے ہاتھوں میں آنے کے لئے ہمکا قلم

غالبًا اس کو بھی ہے پہچان میرے لمس کی
میری پوروں میں سمٹ کر جگمگا اٹھا قلم

ہاتھ سے اوراق سے پوروں سے اٹھتی ہے مہک
مشک کے دریا میں گویا ڈوب کر نکلا قلم

اے فقیہو عالمو دانشورو تعبیر دو
خواب میں دیکھی دوات اور خواب میں دیکھا قلم

تیری باتیں

کلیاں پھول اور سرد ہوائیں تیری باتیں کرتی ہیں
بادل اور گھنگھور گھٹائیں تیری باتیں کرتی ہیں
سناٹا خاموش صدائیں تیری باتیں کرتی ہیں
سب امیدیں سب آشائیں تیری باتیں کرتی ہیں

جھوٹے سچے سب قصوں پر آج بھی بھاری تیری باتیں
مجھ کو اپنے پیاروں سے بڑھ کر ہیں پیاری تیری باتیں

ہر ٹہنی ہر پیڑ اور پتہ تیری باتیں کرتا ہے
پر کھولے ہر ایک پرندہ تیری باتیں کرتا ہے
ہر تتلی ہر پھول اور بھنورا تیری باتیں کرتا ہے
چاند بھی ہے اک عاشق سچا تیری باتیں کرتا ہے

سال مہینے صدیاں گذریں لیکن جاری تیری باتیں
مجھ کو اپنے پیاروں سے بڑھ کر ہیں پیاری تیری باتیں

ہر زخمی سے زخم ہمارے تیری باتیں کرتے ہیں
درد کسک اشکوں کے دھارے تیری باتیں کرتے ہیں

Email: arshimalik50@hotmail.com

مسجد کے خاموش منارے تیری باتیں کرتے ہیں
مجھ سے تو یہ منظر سارے تیری باتیں کرتے ہیں

مومن کو ہیں امرت پر مُلحد کو کھاری تیری باتیں
مجھ کو اپنے پیاروں سے بڑھ کر ہیں پیاری تیری باتیں

یہ مٹی یہ سجدہ گاہیں تیری باتیں کرتی ہیں
رستوں کی یہ لمبی باہیں تیری باتیں کرتی ہیں
حُسن کی گر مغرور نگاہیں تیری باتیں کرتی ہیں
عشق کی ٹھنڈی ٹھنڈی آہیں تیری باتیں کرتی ہیں

دل میں جا کر کُھب جاتی ہیں اتنی کاری تیری باتیں
مجھ کو اپنے پیاروں سے بڑھ کر ہیں پیاری تیری باتیں

میں بھی خود سے رات گئے تک تیری باتیں کرتی ہوں
چلتے پھرتے دن چڑھے تک تیری باتیں کرتی ہوں
شام ڈھلے تک دیپ جلے تک تیری باتیں کرتی ہوں
دل سلگے تک اشک بہے تک تیری باتیں کرتی ہوں

دل پر تیرا عشق ہے طاری لب پر طاری تیری باتیں
مجھ کو اپنے پیاروں سے بڑھ کر ہیں پیاری تیری باتیں

جوگی والا پھیرا

ہر غم کو پاس بٹھا کر ہم یوں محفلِ یاراں کرتے ہیں
دامن کو رفو کر لیتے ہیں اور چاک گریباں کرتے ہیں
زخموں کو چھیل کے پت جھڑ میں ہم رنگِ بہاراں کرتے ہیں
یادوں کی اندھیری بستی میں اشکوں سے چراغاں کرتے ہیں
مالک تیرے سُنسار میں اب ہر جانب گھپ اندھیرا ہے
اس جگ میں اپنا پھیرا بھی اک جوگی والا پھیرا ہے

نہ شہرت نہ رسوائی ہے اس بستی میں گمنام ہوں میں
پہچان میں اپنی کھو بیٹھی عرشی حرفِ ادغام ہوں میں
کیا اور کسی کو جان سکوں خود پر بھی ابھی ابہام ہوں میں
میں خود کو گروی رکھ دیتی افسوس کے کھوٹا دام ہوں میں
اس جگ کے سارے جھگڑوں کی بس جڑ یہ تیرا میرا ہے
اس جگ میں اپنا پھیرا بھی اک جوگی والا پھیرا ہے

کیا حالِ دل بتلاؤں میں یہ جیون شامِ غریباں ہے
ہے اپنے اندر ویرانی کہ سارا شہر ہی ویراں ہے
ہر شخص کے دل کا حال یہاں چہرے سے خوب نمائیاں ہے
سب لوگ غرض کے قیدی ہیں کوئی ملحد ہے نہ مسلماں ہے

برسوں سے دل کی بستی میں اک تنہائی کا ڈیرا ہے
اس جگ میں اپنا پھیرا بھی اک جوگی والا پھیرا ہے

روشن ہے ویراں سینے میں اس عظمت والے نام کی لَو
اس راکھ میں اک چنگاری ہے ہر اچھے سچے کام کی لو
میں راضی ہوں بد نامی سے پیاری ہے مجھے الزام کی لو
وہ اور ہی سینے ہوتے ہیں جلتی ہے جہاں الہام کی لو
آہٹ جبرئیل کی ہوتی ہے رحمت کا رین بسیرا ہے
اس جگ میں اپنا پھیرا بھی اک جوگی والا پھیرا ہے

ہم جیسوں کو پیارے مولا رحمت کی قبائیں دے دینا
تو نور ہے اس کل عالم کا ہم کو بھی ضیائیں دے دینا
جیسی ہو تڑپ جس بندے کی ویسی دنیائیں دے دینا
ہم ٹھٹھرے سہمے لوگوں کو الفت کی شعائیں دے دینا
رحمت کی تجلّی کر مولا وہموں نے دل کو گھیرا ہے
اس جگ میں اپنا پھیرا بھی اک جوگی والا پھیرا ہے

☆☆☆☆☆☆☆

بڑے بڑے شہروں میں دیکھے
چھوٹے چھوٹے لوگ

حسرت ہے چہروں پر چھائی لہجوں میں ہے یاس
محفل کے اندر تنہائی بیچ سمندر پیاس
غم سے سارے آنکھ چرائیں خوشیوں کی ہے آس
اک دوجے کے دکھ سکھ بانٹیں وقت ہے کس کے پاس
اوپر اوپر ڈھول ڈھماکے اندر گہرا سوگ
بڑے بڑے شہروں میں دیکھے چھوٹے چھوٹے لوگ

کرسی بنگلے پاس ہیں جن کے توڑ نہیں ہے کوئی
ان کو زعم کے ان کے جیسا اور نہیں ہے کوئی
ہم نے مانا فرعونوں کا توڑ نہیں ہے کوئی
قسمت کے لکھے پر لیکن زور نہیں ہے کوئی
پیسے سے جو دور نہ ہوئیں ان کو ایسے روگ
بڑے بڑے شہروں میں دیکھے چھوٹے چھوٹے لوگ

ہر اک اپنی عقل پہ نازاں فرزانہ کہلائے
جو بھی ان سے ہٹ کے سوچے دیوانہ کہلائے
پیسہ لے کر فتویٰ دے جو مولانا کہلائے
مچھر بھی اس دورِ جنوں میں پروانہ کہلائے
ان کے کرتب دیکھ کے محو حیرت ہے کل یوگ
بڑے بڑے شہروں میں دیکھے چھوٹے چھوٹے لوگ
بے معنی اور بے مقصد ہیں ان کے سارے کام
سانس فقط لینے کا جینا رکھ بیٹھے ہیں نام

کام ادھورے سستی چھائی سر پر گہری شام
سُچا سودا ڈھونڈ رہے ہیں کھوٹے جن کے دام
ان جیسوں کو دیکھ کے صوفی لے لیتے تھے جوگ
بڑے بڑے شہروں میں دیکھے چھوٹے چھوٹے لوگ

جھوٹ فریب اور آپا دھاپی کچھ بھی راس نہ آئے
ربط بڑھا کر جگ والوں سے ہم کتنا پچھتائے
ایک حمام میں سارے ننگے کون یہاں شرمائے
اُچٹ گیا دل جب سے جانا دنیا ایک سرائے
پھینک رہے ہیں دانے باہر گھر میں رکھیں پھوگ
بڑے بڑے شہروں میں دیکھے چھوٹے چھوٹے لوگ

اس دنیا سے آگے ناداں کچھ بھی دیکھ نہ پائیں
اس کی خاطر پاپ کریں اور جھوٹی قسمیں کھائیں
کمزوروں کو دیکھ کے خود پہ ناز کریں اترائیں
سب کی خواہش پیسہ ہو تو موجیں خوب اڑائیں
لاڈ سے نفسِ امارہ کو خوب چگائیں چوگ
بڑے بڑے شہروں میں دیکھے چھوٹے چھوٹے لوگ

دنیا کے یہ رونق میلے صدیوں سے ہیں جاری
کچھ آدھی روٹی کو ترسیں کچھ کی دولت ساری
وقت ملے تو اگلے جگ کی کر لے کچھ تیاری
آج گئے کچھ کل جائیں گے پرسوں تیری باری
جب تک عرشی بیٹھ کے اپنے حصے کے دکھ بھوگ
بڑے بڑے شہروں میں دیکھے چھوٹے چھوٹے لوگ

Email: arshimalik50@hotmail.com

پیغام حضورِ انور

نظم نفسِ امّارہ کو موت سے ڈرانا کیلئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ــــــ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

نفس امارہ

پرائیویٹ سیکرٹری
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لندن

10-10-02

مکرمہ عرشی ملک صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا خط اور طویل نظم موصول ہوئی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسودہ ملاحظہ فرمالیا ہے اور دعا کی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلب و ذہن کو مزید جلا بخشے اور علم و عرفان میں برکت دے۔ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور اپنے بے شمار فضلوں سے نوازے۔ حسنات دارین کا وارث بنائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار۔

[illegible]

مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ

نفسِ امّارہ اور خوفِ خسارہ

یہ نظم ہر خوفِ خدا رکھنے والے حسّاس دل کے لئے ایک آئینے کی مانند ہے،
جس میں خود کو دیکھ کر وہ اپنی روحانی نوک پلک درست کر سکتا ہے۔

ارشادعرشی ملک اسلام آباد پاکستان

نفسِ امّارہ کو موت سے ڈرانا

مجھے کچھ نفسِ امّارہ سے کھل کر بات کرنی ہے
اور اس بد بخت پر اس کی بیاں اوقات کرنی ہے

خبر کچھ اس کی لینی ہے اسے شیشہ دکھانا ہے
کہ اس نے آخرت کے کام کو آسان جانا ہے

یہ اس سے پوچھنا ہے اس قدر پھولا ہوا ہے کیوں؟
تُو اے غافل خدائے پاک کو بھولا ہوا ہے کیوں؟

سمجھتا ہے تو خود کو حکمت و دانائی میں یکتا
فلک پر ہے ترا ماتم تو احمق ہے مگر ہنستا

کھڑی ہے موت سر پر اور ہلکا ہے ترا بستہ
ہٹے گر آنکھ سے پردہ تو ہو جائے تجھے سکتہ

جنازوں پر تو جاتا ہے کہ یہ رسمِ زمانہ ہے
ترا افسوس کرنے بھی ابھی لوگوں نے آنا ہے

کفن تیرا بھی کپڑے کی کسی دُکان میں ہو گا
سمجھ لے آج یا کل تو بھی قبرستان میں ہو گا

فرشتہ دفعتاً آتا ہے کب کچھ عذر سُنتا ہے
مگر تو اپنے منصوبوں کے لمبے جال بُنتا ہے

نہیں ہے موت ٹلنے کی کسی پل آنے والی ہے
تجھے ہمراہ اپنے جبر سے لے جانے والی ہے

اجل کی تیغ ہے سر پر تنی تو اس کے نیچے ہے
کہ اک ساعت یہ آگے ہے نہ اک ساعت یہ پیچھے ہے

کماں تھامے ہوئے ہے موت اپنے ہاتھ میں ہر پل
نہ اس کے تیر سے بچ پائے گا ناقص ہو یا کامل

تکبر میں کوئی فرعون کہ دولت میں ہو قاروں
وہ شہ زوری میں رستم ہو کہ خبطِ عشق میں مجنوں

وہ دانش میں اگر سقراط ہو، لقمان حکمت میں
سیاست میں عمرؓ ہو یا علیؑ عزم و شجاعت میں

ہو عیسیٰؑ زہد میں یا پھر حکومت میں سلیماں ہو
ہو یوسفؑ حسن و احساں میں حیا داری میں عثماں ہو

غرض کوئی بھی ہو اس سے یہ پیالہ ٹل نہیں سکتا
کوئی حیلہ بہانہ زور کوئی چل نہیں سکتا

یہ مرضی موت کی ہے دن میں آئے رات میں آئے
چنے وہ موسمِ سرما کہ پھر برسات میں آئے

بڑھاپے تک تجھے بخشے کہ آجائے جوانی میں
دبوچے یا تجھے پھر بانکپن کی رُت سہانی میں

چلو گر موت نہ آئے تو بیماری کا ڈر تو ہے
کہ یہ بھی موت کی جانب ہی اک لمبا سفر تو ہے

تو کہتا ہے کہ بڑھاپے میں تائب ہو ہی جائے گا
تجھے کس نے بتایا ہے تو بڑھاپے کو پائے گا

خدا قرآن میں فرما رہا ہے بے بصر ہیں وہ
بہت نزدیک ہے وقتِ حساب اور بے خبر ہیں وہ

لگے رہتے ہیں اپنے کھیل میں پروا نہیں ان کو

خدا کے قُرب کی عرشؔی ذرا بھی چاہ نہیں ان کو
دبے پاؤں مگر ہر گھر میں ملک الموت آتا ہے
کسی نے کب یہ دیکھا ہے کہ خالی ہاتھ جاتا ہے

کبوتر کی طرح مت میچ آنکھیں ہوش کر ناداں
کسی بھی طور نہ چھوٹے گی اس بلی سے تیری جاں

تو کس برتے پہ کس امید پر اتنا نڈر ہے تو
کہ تیری تاک میں ہے موت لیکن بے خبر ہے تو

نفسِ امّارہ کو حسب کتاب سے ڈرانا

اگر ایمان ہے تیرا جہنم اور جنت پر
خدا کی عظمت و طاقت پہ اس کی بادشاہت پر

تو کیوں کرتا ہے میدانِ عمل میں اس قدر سستی
یہاں تو ہر گھڑی درکار ہے بیداری و چستی

اگر تو یہ سمجھتا ہے نہیں وہ دیکھتا تجھ کو
تو پھر تیری بصیرت پر بھروسہ کچھ نہیں مجھ کو

اگر یہ زعمِ باطل ہے ابھی تجھ میں بہت دم ہے
تو پھر تیری حماقت پر ہو ماتم جس قدر کم ہے

اگر ایمان ہے تیرا کہ وہ موجود ہے ہر سُو
گنہ پھر بھی کئے جاتا ہے کتنا بے حیا ہے تو

بہادر گر تو ایسا ہے نہیں ڈرتا عذابوں سے
تو گویا دل سے منکر ہے تو اس کی سب کتابوں سے

اگر دوزخ کی گرمی جھیلنے کی تجھ میں طاقت ہے
تو چُھو کر دیکھ شعلے کو کہ کیا درجہ حرارت ہے

بِنا اعمال کے گر رحم پر تو اس کے نازاں ہے
تو کیوں دنیا کے دھندوں میں پھر اس درجہ پریشاں ہے

طلب میں مال و زر کی روز و شب ہے کس لئے مرتا
کریمی پر تو مولا کی بھروسہ کیوں نہیں کرتا

حصولِ زر کی خاطر گر یہاں محنت کی حاجت ہے
یہ دنیا ہو کہ وہ دنیا خدا کی ایک سُنت ہے

خدا نے ذکرِ عقبیٰ میں یہی کھل کر بتایا ہے
وہی انسان کا حصہ ہے جو اس نے کمایا ہے

بہت وہ فضل کرتا ہے اگر جہدِ مسلسل ہو
گنہ سب بخش دیتا ہے نہ گر ان میں تسلسل ہو

اور اس دنیا کے بارے میں یہی قانون ڈھالا ہے
زمیں پر سب کی روزی ہے وہ ادنیٰ ہے کہ اعلیٰ ہے

جہاں جائے گا تو روزی پہنچ ہی جائے گی تجھ کو
خدا رزّاق ہے تیرا یہ خود سمجھائے گی تجھ کو

کمائی آخرت کی تجھ کو غافل آپ کرنی ہے
تجوری جو تری خالی ہے وہ کوشش سے بھرنی ہے

بِنا کاٹے کٹے گا کیسے ماہ و سال کا رستہ؟
کہیں ہلکا نہ رہ جائے ترے اعمال کا بستہ؟

کہ لمبے راستوں کی ابتدا بھی اک قدم سے ہے
ہر اک پستی کی لیکن انتہا بھی اک قدم سے ہے

رہِ عقبیٰ پہ چلنے میں یہ تیری مستقل سستی
حماقت ہے کھلی تیری کہ تیرا کفر ہے مخفی؟

نفس کو دلیل دے کر سمجھانا

اب اک دانش کا نکتہ ہے سو اس کو غور سے سُن لے
پھر اس کے بعد جو اچھا لگے وہ راستہ چن لے

یہاں گر ڈاکٹر تجھ کو کوئی پرہیز بتلائے
بِنا حجت تو اس کی بات پر ایمان لے آئے

دوا کڑوی کسیلی جاں بچانے کو تو کھاتا ہے
یقیں باتوں پہ تجھ کو ڈاکٹر کی خوب آتا ہے

ضروری ہو اگر تو روز اِنجکشن بھی لگوا لے
کہے گر ڈاکٹر تو آپریشن بھی تو کروا لے

تُو بیماری سے ڈرتا ہے سو اس کی مان لیتا ہے
بدلنے کے سبھی معمول دل میں ٹھان لیتا ہے

تو اپنی جان و صحت پر بہت پیسہ لٹاتا ہے
علاج اپنا کرانے کو تُو امریکہ بھی جاتا ہے

تو باتیں مانتا ہے سب کی سب اپنے معالج کی
بہت وقعت ہے تیرے دل میں اس کے علم و نالج کی

نہیں پر انبیاء کے قول کا تجھ پر اثر کوئی
نہیں دل میں خدائے لم یزل کا تجھ کو ڈر کوئی

ارے او نفسِ امّارہ او میری جان کے دشمن
مری رسوائی کے خواہاں مرے ایمان کے دشمن

بظاہر تو نہ بہرہ ہے نہ گونگا ہے نہ اندھا ہے
بس اتنی بات ہے تو خود غرض مطلب کا بندہ ہے

تری چادر میں بچھو ہے ، کوئی بچہ اگر چیخے
تو چادر پھینک دیتا ہے بِنا اک لفظ بھی پوچھے

کوئی کہہ دے ترے بستر کے نیچے سانپ بیٹھا ہے
تو تُو کتنا بھی کاہل ہو مگر فوراً اُچھلتا ہے

تو کیا یہ انبیاء عالم حکیم اس سے بھی کمتر ہیں؟
اور ان کے قول اور افعال بے معنی سراسر ہیں؟

وہ روحانی معالج ہیں ترے ہمدرد ہیں وہ بھی
تڑپتے ہیں تری خاطر کہ اہلِ درد ہیں وہ بھی

نہیں ان پاک روحوں کو کوئی لالچ کوئی حاجت
خدا کے ہیں وہ اس کی گود میں پاتے ہیں ہر راحت

تمنا ہے ستائش کی نہ تجھ سے فیس لیتے ہیں
تری حالت پہ کُڑھتے ہیں دوا پلّے سے دیتے ہیں

نفس کو لذتِ دنیا سے بچنے کی ترغیب دینا

رسولِ پاکؐ نے اُمت سے کھل کر کہہ دیا یہ بھی
کہ جبرائیل نے یہ بات میرے دل میں ہے پھونکی

کہ تو جس شئے سے کر لے پیار آخر چھوڑ جائے گا
تو جو چاہے عمل کر لے جزاء لازم ہے پائے گا

نتائج کا عمل کے سامنا کرنا ضروری ہے
کوئی سو سال بھی جی لے تو پھر مرنا ضروری ہے

نصیحت مان لے غافل تو مت ہو آگ پر راضی
تو رکھ دنیا سے روزہ ، دال پر ہو ، ساگ پر راضی

اُٹھا لے آپ دنیا سے تو اپنے مستقل ڈیرے
منہ اپنا پھیر لے،قبل اس کے اپنے رُخ کو یہ پھیرے

مگر افسوس تجھ کو لذتِ دنیا کا چسکا ہے
بُھلا بیٹھا ہے دنیا رہ گذر ہے صرف رستہ ہے

بنا بیٹھا ہے تو رستے میں گھر دنیا کا عاشق ہے
اور اپنا عہد جو بُھولے اسی کا نام فاسق ہے

یہاں پُر لطف کھانے ہیں میّسر نرم بستر ہے
بچھونا خاک کا ہے قبر میں سرہانہ پتھر ہے

غلط فہمی ہے تجھ کو سب گئے پر تو نہ جائے گا
کرے گا تعزیت مُردوں کی اور ٹسوے بہائے گا

ترا گھر قبر ہے کیڑے ہیں تیرے منتظر بیٹھے
تری فردِ عمل لے کر فرشتے با خبر بیٹھے

وہاں پر سانپ ہیں بچھو ہیں،رونا ہے دہائی ہے
انہیں پہچان لے گا تُو یہی تیری کمائی ہے

سبھی سامان دنیا کا یہیں پر چھوڑنا ہو گا
بڑی حسرت سے جانب قبر کی منہ موڑنا ہو گا

بہت اونچے پلازے اور مکاں تعمیر کرتا ہے
ہمیشہ کے لئے جینے کی خواہش میں تو مرتا ہے

جگہ تیری زمیں کے پیٹ میں ہے اور نیچے ہے
جبھی تو یہ کشش اس کی تجھے ہر آن کھینچے ہے

کھڑا ہے منتظر مُردوں کا لشکر تیری آمد کا
بِنا تجھ کو لئے ٹلنا نہیں یہ عہد ہے ان کا

بہت حسرت ہے مُردوں کو بہت غم عمرِ رفتہ کا
اُنہیں اک دن ہی مل جائے کہیں عمرِ گذشتہ کا

تو وہ شرم و ندامت سے جہاں تک ہو سکے رو لیں
بہا کر آنسوؤں کی نہر وہ فردِ عمل دھو لیں

تو خوش قسمت ہے اے ناداں یہ موقع تجھ کو حاصل ہے
گنوا دے گا اگر اس کو تو پھر احمق ہے جاہل ہے

بہت بے حِس ہے تو تجھ کو نہ جانے کیا ہے بیماری
کہ تجھ پر رات دن اک بے حسی کی نیند ہے طاری

نفس کو جاہ کی طلب سے روکنا

تری آنکھوں میں شاید چھا گئی ہے جاہ کی چربی
بھلا یہ جاہ کیا ہے؟ کچھ دلوں کا میل ہے وقتی

چلو یہ مان لیتے ہیں حکومت تیرے بس میں ہو
دلوں میں عشق ہو تیرا یہ سب کچھ دسترس میں ہو

تو پھر بھی عارضی ہے سب کا سب افسوس فانی ہے
حکومت ہو دلوں پر یا زمیں پر آنی جانی ہے

مگر دُکھ ہے تو یہ کہ تجھ پہ دنیا بھی نہیں مائل
اور اس کے عشق میں ہر پل ہوا جاتا ہے تو گھائل

مشقت ہے بہت اس میں فنا بھی جلد ہوتی ہے
بڑی مشکل سے ملتی ہے جُدا بھی جلد ہوتی ہے

اگر یہ ناز ہے تجھ کو موافق ہے بہت دنیا
خدا کے منکروں پر بھی تو عاشق ہے بہت دنیا

فریب اس کا نہ کھانا ایک زنِ فاحشہ ہے یہ
حکومت بھی ہو گر حاصل تو پھر دوہرا نشہ ہے یہ

کسی وعظ و نصیحت کا اثر تجھ پر نہیں پڑتا
تُو کُتوں طرح ہے روز و شب مُردار پر لڑتا

لذّاتِ نفس کے مضبوط ہونے سے ڈرانا

اگر تو اپنی لذت چھوڑنے سے آج قاصر ہے
تو کل یہ اور بھی طاقت پکڑ جائے گی ظاہر ہے

مثال اس کی سمجھ لے، آج گویا تجھ میں ہے قوت
پر اک پودا اُکھیڑے تُو نہیں دل میں ترے ہمت

Email: arshimalik50@hotmail.com

تو کل کیسے اُکھیڑے گا نہ جب باہوں میں دم ہو گا
تناور پیڑ بن جائے گا پودا پھر نہ خم ہو گا

ہری ٹہنی بھی تجھ سے مُڑ نہیں سکتی اگر کاہل
تو کل سوکھی کو جب موڑے گا ،کہلائے گا تُو پاگل

کنارہ کش اگر ہو جائے تو دنیا کی لذت سے
ترا دل آشنا ہو جائے گا لُطفِ عبادت سے

اگر عادی ہے تو لذت کا تیرا جی نہیں بھرتا
تو پھر لذاتِ جنت کی تمنا کیوں نہیں کرتا

تو خلقت کے لئے دن رات گو سجتا سنورتا ہے
ترے باطن میں پر بد بُو سی ہے،کچھ ہے جو سڑتا ہے

بہت ہے فکر لوگوں کی سبھی سے صلح کرتا ہے
مگر باطن میں تُو ہر آن خالق سے جھگڑتا ہے

بہت خلقت کی تجھ کو شرم ہے خالق سے بے پروا
تُو اپنے ظلم سے ،اپنی جہالت سے نہیں آگاہ

عبادت پر مغرور ہونے سے روکنا

عبادت کی ہے گر توفیق،اس پر پھولتا کیوں ہے
بلعم باعور بھی عابد تھا اس کو بھولتا کیوں ہے

خدا کی سمت عالم بن کے لوگوں کو بلاتا ہے
مگر خود دُور اس سے بے ادب تُو ہوتا جاتا ہے

بلا دنیا پہ جو آتی ہے سب تیری نحوست ہے
سمجھتا ہے تو خود کو پاک یہ تیری جہالت ہے

گدھا شیطان کا تو بن گیا وہ تجھ پہ حاوی ہے
لئے جاتا ہے تجھ کو جس طرف تیری تباہی ہے

بناتا ہے تجھے احمق،وہ تجھ پر خوب ہنستا ہے
سمجھتا ہے تجھے اپنی سواری،زین کستا ہے

اگر چہ مال کے بڑھنے سے تو مسرور ہوتا ہے
مگر کب عمر کے گھٹنے سے تُو رنجور ہوتا ہے

تجھے کیا فائدہ گر سانس نہ ہوں مال ہو باقی
فرشتے آکھڑے ہوں پُرسشِ اعمال ہو باقی

خدا کا فیصلہ یہ ہے ترے اعمال پرکھے گا
کھرا ہے یا کہ کھوٹا ہے ،وہ سارا مال پرکھے گا

خدا کے سامنے جب خائب و خاسر کھڑا ہو گا
یہ چھوٹے دن گذر ہی جائیں گے وہ دن بڑا ہو گا

دل کی سختی کا علاج بتانا

اگر حائل ترے رستے میں تیرے دل کی سختی ہے
تو اتنا جان لے بد بخت، دوزخ تجھ کو چکھتی ہے

تُو خود پر ترس کر اپنے لئے آنسو بہایا کر
خدا کے خوف کی بھٹی میں اپنا دل تپایا کر

تڑپ کر رو خدا کے سامنے ،سجدے میں سر رکھ دے
بہت ممکن ہے وہ تیری دعاؤں میں اثر رکھ دے

جو جتنے باخبر ہیں اس قدر ہر آن ڈرتے ہیں
کب اس کے قہر کے آگے فرشتے بھی ٹھہرتے ہیں

تری اوقات کیا ہے، تو غلط فہمی میں مت رہنا
وہ لمبی ڈھیل دیتا ہے، یہی نبیوں کا ہے کہنا

تُو اُٹھ راتوں کو رو پچھلے پہر ،اور خوب زاری کر
کسی بھی طور سے اعمال کے پلڑے کو بھاری کر

کبھی صدقہ کبھی خیرات دے کر اس کو راضی کر
بہت کر عاجزی، اس طور اپنی سرفرازی کر

اگر مل جائے صدقے کی تجھے توفیق اے جاہل
تو مت احساں جتا کر یا پشیمانی سے کر باطل

تضرع اس قدر کر جتنی کثرت ہے گناہوں کی
اسی کے در پہ جھکتی ہیں جبینیں شہنشاہوں کی

بہت وہ رحم کرتا ہے دلِ بے چین و مضطر پر
بہت ہی پیار آتا ہے اسے ہر دیدۂ ِ تر پر

ہوا کچھ مغز گر تجھ میں سنبھالا جائے گا تجھ کو
فقط چھلکا ہے تو دوزخ میں ڈالا جائے گا تجھ کو

حقیقت ہے یہ،افسانہ ہے نہ رنگیں بیانی ہے
مرا ہی نفس ہے موذی اسی کی یہ کہانی ہے

یہ جھگڑا ہر گھڑی چلتا ہے چخ چخ روز ہوتی ہے
یہ جگ بیتی نہیں ہرگز ،یہ میری آپ بیتی ہے

چُھپا تھا درد جو دل میں ،وہ لفظوں میں اُتارا ہے
نہ اچھی شاعری کی ہے، نہ کوئی تیر مارا ہے

ندامت ہے ہر اک لمحے پہ جو عرشی گذارا ہے
خسارہ ہے، خسارہ ہے، خسارہ ہے، خسارہ ہے

کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا

درد کی دولت مجھے پل پل ملی وافر ملی
ہر مصیبت اپنی واقف تھی گلے لگ کر ملی
محفلوں میں جب ملی عرشی بہت ہنس کر ملی
رات کے پچھلے پہر اکثر بہ چشمِ تر ملی

بس میں اپنے کچھ نہ تھا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا
مجھ سے کب بولا گیا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا

میرے شہرِ دل میں اکثر غم کی ارزانی رہی
لب رہے خاموش اشکوں کی فراوانی رہی
اس طرف خوشیاں نہ آئیں یہ نگہبانی رہی
ہائے کیا کیا اپنے پیاروں کی مہربانی رہی

میں تھی تنکا وہ ہوا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا
مجھ سے کب بولا گیا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا

جسم آسودہ سہی پر دل مرا گم سم رہا
زندگی شامِ غریباں ہر گھڑی ماتم رہا
میرے چاروں اور پھیلا درد کا قلزم رہا
تُو نے خود تھاما مجھے مجھ میں کہاں تھا دم رہا

زندگی اک سانحہ کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا
مجھ سے کب بولا گیا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا

کانچ کی پوشاک تھی اپنی یہ کیسا قہر تھا
سنگ ہاتھوں میں لئے کل شام سارا شہر تھا
ایک جانب میں اکیلی ایک جانب دہر تھا
میرے لہجے میں بھی شیرینی کہاں تھی زہر تھا

زخم جب تازہ لگا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا
مجھ سے کب بولا گیا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا

چاہتِ دنیا کی کاٹیں میں نے کتنی بیڑیاں
اس شجر پر روز اُگ آتی ہیں تازہ پتیاں
چیختی اور دھاڑتی یہ نفس کی منہ زوریاں
جس طرح سے شام کے اخبار کی ہوں سرخیاں

میں ہوں حرفِ بے نوا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا
مجھ سے کب بولا گیا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا

میں کسی غمگیں کہانی کا کوئی کردار ہوں
بوجھ سے اپنے جو گر جائے میں وہ دیوار ہوں
نا تراشیدہ ہوں بے قیمت ہوں میں بے کار ہوں
میرا مصرف کیا ہے گذرے کل کا میں اخبار ہوں

سچ مگر کل بھی کہا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا
مجھ سے کب بولا گیا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا

سُر بہت پھوٹے ہیں جب چھیڑا گیا مضراب کو
تاب اب غم کی کہاں میرے دلِ بے تاب کو
شعر کہتی ہوں کہ کچھ ٹھنڈک ملے اعصاب کو
اور لُطفِ شاعری ملتا رہے احباب کو

درد جب حد سے بڑھا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا
مجھ سے کب بولا گیا کچھ رو لیا کچھ لکھ لیا

چھوٹی سی اِک بستی ہے

﴿ ربوہ ﴾

(تقریباً بیس سال کے بعد شوریٰ کے موقع پر ربوہ جانے کا اتفاق ہُوا تو یہ اشعار لکھے گئے)

دن بھر دین کی خدمت ہے اور رات کو آہیں نالے ہیں
یہ نگری عاشق لوگوں کی یاں طور طریق نرالے ہیں
ہے دل میں جوت محبت کی اور چہرے نور کے ہالے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ہے، پر لوگ بڑے دل والے ہیں

حمد و ثناء کے بول رسیلے سب کا دل دھراتا ہے
سیدھے سچے لوگ ہیں جن کا اپنے رب سے ناطہ ہے
سجدہ گاہوں کو تر کرنا ان کو کتنا بھاتا ہے
یادِ خدا نے ان کے اندر باہر خوب اُجالے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ہے، پر لوگ بڑے دل والے ہیں

دُنیا داری کے سب دھندے بھول بُھلا کر آئی ہوں
جب بھی آؤں یوں لگتا ہے لوٹ کے میں گھر آئی ہوں
اس بستی میں جب جب آئی میں چشمِ تر آئی ہوں
اِک اِک کر کے پھوٹ بہے ہیں دل میں جتنے چھالے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ہے، پر لوگ بڑے دل والے ہیں

دن جلسوں کے یاد آتے ہیں دل کا درد بڑھاتے ہیں
یونہی پیدل چلتے چلتے آنسوؤں اُمڈے آتے ہیں
ہم یادوں کے چنگل میں یاں آتے ہی پھنس جاتے ہیں
سب گلیاں بازار یہاں کے اپنے دیکھے بھالے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ھے، پر لوگ بڑے دل والے ھیں

اک سو سال سے اک دوجے سے اپنی رشتہ داری ہے
دیکھ کے سب کو دل بھر آیا ، آج طبیعت بھاری ہے
چھم چھم آنکھیں برسیں گی کچھ بوندا باندی جاری ہے
یادوں کی گھنگھور گھٹا نے دل میں ڈیرے ڈالے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ھے، پر لوگ بڑے دل والے ھیں

اس مٹی کی سوندھی خوشبو ، اس پر رشک بہشتوں کو
ربوہ والو ! تم خوش قسمت تم پر ناز فرشتوں کو
ہم اُن شہروں کے باسی جو بھول چکے ہیں رشتوں کو
ظاہر ہیں چمکیلے جن کے ، لیکن باطن کالے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ھے، پر لوگ بڑے دل والے ھیں

ہر چہرے پر خوشیاں رقصاں ہر اک بجھ بجھ جاتا ہے
آنے والوں کو موہ لینا ان کو کتنا آتا ہے
مہمانوں کو دیکھ کے سب کا چہرہ کھل کھل جاتا ہے
شیوہ ان کا وضع داری ، پر دل کے متوالے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ھے، پر لوگ بڑے دل والے ھیں

اس کی چاہ میں اپنا تن من درد کے چابک سہتا ہے
اس بستی کا ہر ہر موسم اپنے من میں رہتا ہے
اور بڑھے اس پیڑ کا سایہ ، ہر موئے تن کہتا ہے
ہم نے جس کی شاخوں پر بچپن میں جھولے ڈالے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ہے، پر لوگ بڑے دل والے ہیں

ہر اک عاشق قُرآں کا ہے مولا کا گرویدہ ہے
بھولا بھالا چہرہ بھی یاں گرم و سرد چشیدہ ہے
سیدھے سادھے ہر بندے میں شیر یہاں خوابیدہ ہے
دل میں اناالحق کا نعرہ یہ مہدؔی کے گھر والے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ہے، پر لوگ بڑے دل والے ہیں

ابو جانی ! آپ یہاں پر چین سے آ کر سوئے ہیں
آپ کی یاد نے من آنگن میں درد کے کانٹے بوئے ہیں
آپ کی قبر پہ جب جب آئے ، ہم تڑپے ہیں روئے ہیں
اِک اِک کر کے پھوٹ بہے ہیں دل کے جتنے چھالے ہیں
چھوٹی سی اک بستی ہے، پر لوگ بڑے دل والے ہیں

مرے پاس کچھ نہیں

اِک سانس کے سوا تو مرے پاس کچھ نہیں
جینے کا ذائقہ تو مرے پاس کچھ نہیں

چاہے تو آنسوؤں کی سمجھ لے زبان تو
اب حرفِ التجاء تو مرے پاس کچھ نہیں

مجھ سے بگڑ رہے ہیں بھلا لوگ کس لئے
پیارے ترے سوا تو مرے پاس کچھ نہیں

تیری رضا پہ ہی مرے جینے کا ہے مدار
گر تو ہوا خفا تو مرے پاس کچھ نہیں

ہاں میں مریضِ عشق ہوں حالِ تباہ ہوں
اس درد کی دوا تو مرے پاس کچھ نہیں

کس واسطے یہ مجھ پہ نزولِ بلا ہے اب
کھونے کو اب رہا تو مرے پاس کچھ نہیں

ہائے یہ عمر اور یہ غفلت شعاریاں
گنجائشِ خطا تو مرے پاس کچھ نہیں

دل ہے نڈھال عمر کا یہ دشتِ بے کراں
امید و آسرا تو مرے پاس کچھ نہیں

خاموشیوں کا شور سماعت پہ بار ہے
اس نے کہا سنا تو مرے پاس کچھ نہیں

دولت نہ اقتدار نہ جاہ و جلال ہے
عرشی بجز دعا تو مرے پاس کچھ نہیں

☆☆☆☆☆☆☆

Email: arshimalik50@hotmail.com

جل تھل نہیں

دھوپ بڑھتی جا رہی ہے سایۂ بادل نہیں
آج صحنِ دل میں تیرے پیار کا پیپل نہیں

رفتہ رفتہ ہو گیا دل اس جہاں سے اجنبی
دنیا داری کی کسی محفل کے اب قابل نہیں

طنطنہ ہے گفتگو میں رعب ہے آواز میں
اور ہی انداز ہیں اس دل کے جو گھائل نہیں

آتے آتے آگیا آخر مرے دل کو قرار
کوئی ہنگامہ نہیں ہے اب کوئی ہلچل نہیں

اس کے ہونے کی مہک پھیلی ہے میرے چار سُو
آنکھ سے اوجھل سہی دل سے مگر اوجھل نہیں

درد کا چڑھتا سمندر اور جانِ ناتواں
ڈوبتی جاتی ہیں نبضیں سامنے ساحل نہیں

حوصلہ اے دل ادب کو ہاتھ سے جانے نہ دے
صبر ہی اچھا ہے پیارے وہ اگر مائل نہیں

منزلوں کے واسطے درکار ہے عزمِ صمیم
اور رستے سے پلٹ جانا کوئی مشکل نہیں

ریت کے جھکڑ چلا کرتے ہیں اب تو رات دن
صحنِ دل بنجر ہوا اگتی کوئی کونپل نہیں

آج بھی سجدے میں عرشیؔ کھل کے ہم روئے نہیں
تھوڑی تھوڑی بوندا باندی ہے مگر جل تھل نہیں

☆☆☆☆☆☆☆

Email: arshimalik50@hotmail.com

اے شہہِ کون و مکاں

نعت لکھنے کی مرے دل میں ہے اک حسرت نہاں
کاش کچھ لکھ پاؤں جو ہو آپؐ کے شایانِ شاں
آپؐ کی عظمت کے آگے گنگ ہے میری زباں
بوجھ سے جذبات کے گویا کہ میں ہوں نیم جاں

آپؐ کی ہستی مکرم میں ہوں حرفِ رائیگاں
مجھ پہ بھی نظرِ کرم ہو اے شہہِؐ کون و مکاں
اے شہہِؐ کون ومکاں

آپؐ محبوبِ خدا ہیں ساقیِ کوثر ہیں آپؐ
کچھ سبق مجھ کو بھی پڑھائیں کہ نکتہ ور ہیں آپؐ
امتی میں آپؐ کی ہوں میرے پیغمبر ہیں آپؐ
آپ کی تعریف کیا ہوشاہِ بحر و بر ہیں آپؐ

آپؐ کی توصیف کر پاتی نہیں میری زباں
آپؐ کو اے کاش بھا جائے مرا طرزِ بیاں
اے شہہِؐ کون ومکاں

عظمت و ہمت جواں مردی کا اک لشکر ہیں آپؐ
دو جہاں روشن ہیں جس سے وہ رُخِ انور ہیں آپؐ
رحمتہ للعالمینؐ ہیں،عجز کا پیکر ہیں آپؐ
ہم گنہگاروں کی خاطر بھی بچشمِ تر ہیں آپؐ

کیا لکھوں کیسے لکھوں لرزاں ہیں میری اُنگلیاں
درد ہے دل میں بھرا آنکھوں میں پھیلا ہے دھواں
اے شہہِ کون و مکاں

آپؐ کا لُطف و کرم اک نسخۂ اکسیر تھا
پر مقابل کفر کے ہر مُوئے تن شمشیر تھا
دعوتِ حق دن کو شب کو نالۂ دلگیر تھا
فکرِ امت آپؐ کو ہر لحظہ دامن گیر تھا

خوب تڑپاتا تھا شب بھر آپؐ کو سوزِ نہاں
کونسی امت نے پایا آپؐ جیسا پاسباں
اے شہہِ کون و مکاں

چھا رہا تھا چار جانب گھپ اندھیرا جہل کا
خود سری اہلِ عرب کی اس پہ تھی حد سے سوا
اپنی اپنی عقل پر ہر بُو جہل کو ناز تھا
کون ایسے میں بھلا کھوٹے کھرے کو جانچتا

تھے تہی دامن وہ سارے آپؐ تھے جنسِ گراں
کس طرح پہچانتے ہیرے کو وہ نا قدر داں
اے شہہِؐ کون و مکاں

نام سے اللہ کے اہلِ عرب تھے بدگماں
اک خدا کو ماننا ان کو تھا اک کارِ گراں
دشمنی ہر دم ٹھنی رہتی تھی ان کے درمیاں
اپنے اپنے بُت کا تھا ہر اک قبیلہ قدر داں

ان دنوں میں تھا خدا کا گھر بھی اک کوئے بتاں
ہو کے عریاں وہ طوافِ کعبہ کرتے تھے وہاں
اے شہہِ کون ومکاں

آپؐ نے توحید کی خاطر سہی ہر اک جفا
وار دشمن کا جواں مردی سے سینے پر لیا
آپؐ کو سب نے ستایا جس کا جتنا بس چلا
ہاتھ ان کے آ گیا تھا اک انوکھا مشغلہ

صبر سے پر آپ نے جھیلا یہ سارا امتحاں
آپؐ مثلِ گُل تھے اور تھے خار و خس کے درمیاں
اے شہہِ کون ومکاں

ظلموں نے اوجڑی پھینکی کبھی گھونٹا گلا
بد زبانی کی کبھی مجنوں کبھی ساحر کہا
گالیاں دیں اور تمسخر خوب جی بھر کر کیا
اور بچھائے آپؐ کی راہوں میں کانٹے جا بجا

الغرض کوئی پنہ تھی ناں کوئی جائے اماں
ظلم کی اک لہر تھی پھیلی تا حدِ لا مکاں
اے شہہِ کون ومکاں

آپؐ نے پیغامِ حق طائف میں جا کر جب دیا
اہلِ مکہ سے بھی بڑھ کر ان کی تھی طرزِ جفا
شہر کے اوباش لڑکوں کو دیا پیچھے لگا
خُوب بازاروں میں گلیوں میں نبیؐ کا خوں بہا

تھے فرشتے بھی خدا کے اس گھڑی نوحہ کناں
کوئی سایہ تھا نہ پانی پنڈلیوں سے خوں رواں
اے شہِ کون ومکاں

تزکیہ ان مشرکوں کا ایک مشکل کام تھا
کوئی تو بد تھا سراسر اور کوئی بدنام تھا
حال کا تھا فکر ان کو نہ غمِ انجام تھا
ہر بُری عادت تھی ان میں، ان پہ ہر الزام تھا

آپؐ مثلِ ابر تھے اچھوں بروں پر مہرباں
آپؐ تھے لُطفِ مجسم اے مرے شاہِؐ جہاں
اے شہِ کون ومکاں

آپؐ کی دعوت میں ایسا درد ایسا سوز تھا
سنگ دل کفار کا دل خود بھی لرزا بارہا
ہو کے پھر حیران آپس میں کہا یہ برملا
لو محمدؐ اپنے رب پر آپ عاشق ہو گیا

آپؐ سے پہلے ادھوری تھی وفا کی داستاں
گو کہ تھے اہلِ عرب افسانہ خواں رنگیں بیاں
اے شہہِؐ کون ومکاں

مرد و زن کو کھول کر پیغامِ حق پہنچا دیا
اور عمل کر کے سبق اچھی طرح سمجھا دیا
آپؐ نے لے جا کے اللہ سے انہیں ملوا دیا
آپؐ نے عشقِ حقیقی کا دیا نشّہ لگا

مل گئی اس مئے سے مُردوں کو حیاتِ جاوداں
وہ مئے عشقِ خدا اور وہ ہجومِ تشنگاں
اے شہِ کون ومکاں

آپ خود قرآن کی اک دل نشیں تفسیر تھے
اوجِ انسانی کے روشن خواب کی تعبیر تھے
آپؐ عروجِ آدمؑ خاکی کی اک تصویر تھے
سب رسولوں کے تھے خاتم باعثِ توقیر تھے

آپؐ نے پہچان دی ہم سب تھے ورنہ بے نشاں
بے کس و بے خانماں اور یوسفِ بے کارواں
اے شہِؐ کون ومکاں

آپؐ نے عرفان کا سب کو چکھایا ذائقہ
آپؐ ہی کے دم سے علم و آگہی کا در کھلا
آپؐ ہی پر ختم ہے سب قصہ شرف و وفا
آپؐ نے انسانیت کی سب کو پہنائی قبا

باخدا وحشی تھے اس سے قبل سب پیر و جواں
دشمنی آپس میں تھی اک دوسرے سے بدگماں
اے شہِ کون ومکاں

دین کی تکمیل کی ساعت بھی آخر آ گئی
روحِ قدسی عالمِ فانی سے تب اکتا گئی
ایک انجانی اداسی سب دلوں پر چھا گئی
الوداع کی وہ گھڑی ہر اک کا دل دہلا گئی

رات دن اب تک تڑپتا ہے گروہِ عاشقاں
اشک ہیں آنکھوں میں سینے میں ہے اک برقِ تپاں
اے شہِ کون و مکاں

آپؐ کے دم سے سجی رہتی تھی بزمِ دلبراں
آپؐ کو کھو کر ہوئے سارے فدائی نیم جاں
عاشقوں کے دل پہ گویا چھا گئی فصلِ خزاں
لب رہے خاموش آنکھوں سے ہوئے آنسو رواں
مومنوں پر آپڑا تھا اس گھڑی بارِ گراں
خوں ٹپکتا ہے قلم سے جب لکھوں یہ داستاں
اے شہِ کون و مکاں

سب رائیگاں تیرے بغیر

تیری قربت کے لئے بے تاب دل کیا کیا کرے
ایک اک لمحے میں سو سو مرتبہ عرشی مرے
عقل خائف موت سے ہو عشق کیوں پروا کرے
کچی مٹی کا نہیں ڈھیلا کہ بارش سے ڈرے

ہو گئی ہوں میرے پیارے نیم جاں تیرے بغیر
زندگی یا موت ہو سب رائیگاں تیرے بغیر

نفسِ امارہ کو دے دو نفسِ لوامہ کی باگ
خود پرستی کا سدا بجتا رہے گا یوں تو راگ
خوب بھڑکائے گی دوزخ کو یہ خود غرضی کی آگ
یادِ مولا کی لگانی چاہیے اب دل کو جاگ

کتنا بے معنی ہے ہر سود و زیاں تیرے بغیر
زندگی یا موت ہو سب رائیگاں تیرے بغیر

عقل لرزاں موت سے ہے عشق پر بے باک ہے
خوش لباسوں میں بھی عاشق کا گریباں چاک ہے
اس کی اک جنبش کے آگے گردِ ہفت افلاک ہے
عقل کے بازی گروں پر عاشقوں کی دھاک ہے

دل جلوں کو پر نہیں آرامِ جاں تیرے بغیر
زندگی یا موت ہو سب رائیگاں تیرے بغیر

ذکر کرتی ہوں ترا تو نے ہی بخشی ہے زباں
شاعری میری نہیں ورنہ ترے شایانِ شاں
روح میں اٹھتا ہے لیکن ایک دردِ ناگہاں
اور لکھ دیتی ہیں دل کا حال بے کل انگلیاں

ہر خوشی میرے لئے آہ و فغاں تیرے بغیر
زندگی یا موت ہو سب رائیگاں تیرے بغیر

☆☆☆☆☆☆☆☆

اور زباں گنگ ھے

مجھ سے ہوتے نہیں تیرے احساں بیاں اور زباں گنگ ہے
میری آنکھوں سے ہیں اشک ہر دم رواں اور زباں گنگ ہے

بہت سال میں اس جہاں میں رہی پر اکیلی رہی
کسی نے بھی مجھ سے نہ میری سنی اور نہ اپنی کہی
سزا میری قسمت میں تنہائیوں کی تھی لکھ دی گئی
سو دنیا کے میلے میں گھر کر بھی میں نے وہ ہر پل سہی

اب تو عمرِ رواں کا ہے وقتِ خزاں اور زباں گنگ ہے
میرا غم خوار ہے بس یہ دردِ نہاں اور زباں گنگ ہے

تیرے عفو و کرم پر ہی امید ہے دل گنہگار ہے
اپنی سب لغزشوں کا بھری بزم میں مجھ کو اقرار ہے
روح کے اس پرندے کو اب قید سے چھوٹ درکار ہے
اس بدن کی سرائے میں رہنا بھی اک کارِ دشوار ہے

یاں سمجھتا نہیں کوئی میری زباں اور زباں گنگ ہے
دل میں ہر دم تجھی سے ہیں سرگوشیاں اور زباں گنگ ہے

اختیار کا بوجھ

لرز اُٹھے زمین و آسماں اور معذرت کر دی
ہوئے کوہ و دمن سب نیم جاں اور معذرت کر دی

کسی نے خود کو سمجھا ناتواں اور معذرت کر دی
کوئی بولا کڑا ہے امتحاں اور معذرت کر دی

''امانت'' کو کہا کوہِ گراں اور معذرت کر دی
غرض نکلا کسی لب سے نہ ''ہاں'' اور معذرت کر دی

مگر انساں کی شوخی دیکھئے خم ٹھونک کر آیا
سرِ دربار اترایا نہ شرمایا نہ گھبرایا

سبھی بے اِختیاری پر تھے راضی ہائے یہ ناداں
بلائے اختیار اپنے لئے خود شوق سے لایا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر دیکھ کر۔۔۔۔۔

ہم ہیں مریضِ عشق دوا ہے تمہارے پاس
میرے مسیحؑ دستِ شفا ہے تمہارے پاس

اک گھونٹ جو بھی چاہ سے چکھ لے وہ جی اُٹھے
آبِ حیات ، آبِ بقا ہے تمہارے پاس

دیکھی ہیں ہم نے آپ کی آنکھیں جُھکی جُھکی
اک دل نشین طرزِ حیا ہے تمہارے پاس

ایسا ہوا اسیر کہ واپس نہ جا سکا
دو چار دن جو آ کے رہا ہے تمہارے پاس

آئے تھے جو شکار کو خود ہو گئے شکار
صیدوں کا اک ہجوم لگا ہے تمہارے پاس

تیغِ دُعا کی کاٹ کی ان کو خبر نہیں
شوخی سے غیر کہتے ہیں کیا ہے تمہارے پاس

صادق کے حق میں یہ بھی ہے قرآن کی دلیل
اک عمر یہ گذار چکا ہے تمہارے پاس

شرفِ قبول پا گیا عالی جناب میں
عرشی جو ایک سوزِ دُعا ہے تمہارے پاس

زندگی کا سفر

زندگی کی یہ سڑک سیدھی نہیں

یہ سفر آساں نہیں

اس پہ کچھ اندھے بھیانک موڑ ہیں

سامنے پھیلی ہے چادر دھند کی

گھپ اندھیری ہیں سرنگیں جا بجا

ہے ڈراتی اپنی ہی آوازِ پا

منجمد ہے خون اور ٹھنڈا بدن

دل میں ہے پر آگ، آنکھوں میں جلن

راستے میں ان گنت چڑھائیاں

اور پھر دشوار تر اترائیاں

دائیں بائیں پُر خطر ہیں کھائیاں

حادثے ہر ہر قدم پر گھات میں

خوف کے اور سہم کے لمحات میں

نام تیرا ہی ہے میرا آسرا

پاس میرے کچھ نہیں تیرے سوا

ہیروں کی کان

آنے والے دنوں میں ڈھونڈیں گے
اس کے کپڑوں سے بادشاہ برکت
ہم جماعت میں اس کی ہو کر بھی
یہ نہ ہو کم نصیب رہ جائیں
اس نے ہم کو خدا سے ملوایا
اس کو ہیروں کی کان بتلایا
ہم کہ ہیروں کی کان میں بیٹھے
حیف ہے گر غریب رہ جائیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لیلۃ القدر

کے موقع پر نفس سے خطاب

سُستیاں چھوڑ دے اُٹھ باندھ کمر آج کی رات
آج تھکنا نہیں مغرب تا فجر آج کی رات

رات جھکنے کی ہے جھکنے سے نہ ڈر آج کی رات
جھک گئے دیکھ شجر اور حجر آج کی رات

کتنا آساں ہے بلندی کا سفر آج کی رات
دیکھ کیڑوں کے بھی اُگ آئے ہیں پر آج کی رات

خوب ہے کیمیا دانی کا اثر آج کی رات
سنگ کیسے بھی ہوں بنتے ہیں گہر آج کی رات

فضل مولا کا ہو اوراذنِ سفر آج کی رات
تو ملائک سے بھی بڑھ جائے بشر آج کی رات

آنکھ لگتی نہیں عاشق کی تو لمحہ بھر بھی
اور کب جاگے گا جاگا نہ اگر آج کی رات

دائیں بائیں وہی دنیا، وہی دنیا کے مکر
دیکھ سجدے سے اُٹھانا نہیں سر آج کی رات

غافلوں میں وہ کہیں نام نہ لکھ لیں تیرا
غول آئے ہیں ملائک کے اتر آج کی رات

آج کی رات عمل کی ہے دلیلوں کی نہیں
چھوڑ دے ساری اگر اور مگر آج کی رات

بے خبر رات یہ رونے کی ہے سونے کی نہیں
چھوڑ آسائشیں بستر سے اُتر آج کی رات

آج طبیعت کی خرابی کے بہانے نہ بنا
خوں رُلائے گا تجھے تیرا مکر آج کی رات

آج جو عشق میں مر جائے وہ جی اُٹھے گا
کوئی چاہے تو ملے عمرِ خضر آج کی رات

آج مُڑتا نہیں خالی کوئی در سے اس کے
آ ہی پہنچا ہے تو نادان ٹھہر آج کی رات

یوں تو ہر حال میں اچھے ہیں ہنسی سے آنسو
گریہ زاری کا بڑا مول ہے پر آج کی رات

مرتبے آج سبھی لے گئے رونے والے
جن کو آتا تھا تڑپنے کا ہُنر آج کی رات

اس کو حق ہے وہ کرے ناز سو جتنا چاہے
طے کیا جس نے اُجالوں کا سفر آج کی رات

مری خاموش دعا چیخ ہے سناٹے میں
لفظ گونگے ہیں مری چشم ہے تر آج کی رات

نُور ہی نور بنا دے مرے مولا مجھ کو
مرے آنگن میں اُتر آئے قمر آج کی رات

تری جانب سے ملے کوئی اشارہ پیارے
کاش آ جائے تسلی کی خبر آج کی رات

مری تقدیر سنور جائے جو رحمت ہو تری
لیلتہ القدر میسر ہو اگر آج کی رات

اپنی لجنہ کے نام

ذہانت کی چمک آنکھوں میں ہے جذبے ہیں سینوں میں
یدِ بیضا ہیں پوشیدہ بہت سی آستینوں میں

ذرا سی تربیت کی ہے ضرورت اپنی لجنہ کو
نظر آتے ہیں جو کنکر وہ بدلیں گے نگینوں میں

بس اک ہلکی سی بارش کا یہاں درکار ہے چھینٹا
نمو کی بے پنہ طاقت چھپی ہے ان زمینوں میں

جہاں کی عورتیں جو کام برسوں میں نہ کر پائیں
کرے گی کام وہ لجنہ اِماء اللہ مہینوں میں

جو مغرب کو نئے اطوار جینے کے سکھائیں گے
ہیں ایسے بھی کئی چہرے انہی پردہ نشینوں میں

بظاہر ہیں ملائم پھول سے اور کانچ سے نازک
وگرنہ کاٹ تو ہیرے کی ہے ان آبگینوں میں

تھکاوٹ کی شکایت ہے نہ ہے آرام کی خواہش

بھرا ہے اک عجب فولاد سا ان مہ جبینوں میں

انہیں گودوں سے پا کر تربیت نکلیں گی وہ نسلیں
جو اس دنیا کو ڈھالیں گی نئے چلنوں قرینوں میں

یہ وہ ہیرے ہیں جن کی آب مدھم ہو نہیں سکتی
چھپا ہے نور ایمان و یقیں کا ان جبینوں میں

خدا کی لونڈیاں ہیں ہم اور اس پر ناز ہے ہم کو
ہے شیوہ عاجزی اپنا ہیں شامل کم ترینوں میں

وہ دن نزدیک ہیں عرشی کہ جب ہم اَن گنت ہوں گی
ابھی یہ حال ہے اپنا نہ تیرہ میں نہ تینوں میں

☆☆☆☆☆☆☆☆

دورِ جدید کے بنی اسرائیل

بہت افسوس ان لوگوں پہ جو دنیا کے کیڑے ہیں
اسی سے پیار ہے ان کو اسی کی سمت جھکتے ہیں
اسی کی جستجو میں ہر طرح کے رنج سہتے ہیں
اسی کی چاہ میں جیتے ہیں پھر اس پر ہی مرتے ہیں
اسی مُردار کی چاہے میں یہ عقبیٰ سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

پڑھیں لا حول منہ سے اور دل حسنِ بتاں مانگیں
ہدایت چھوڑ کر نادان خود گمراہیاں مانگیں
بھلا کر عاقبت کو موج میلے مستیاں مانگیں
سبھی دل مغربی تہذیب کی رنگینیاں مانگیں
زباں پر نام مولا کا ہے پر مولا سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

یہ اپنے نفس کے بچھڑے کی روز و شب کریں پوجا
کہ اپنے آپ سے بڑھ کر انہیں کوئی نہیں دُوجا
ابھی تک انکساری کا انہیں رستہ نہیں سوجھا
بجھارت کو جبھی تو ''ابنِ مریم'' کی نہیں بُوجھا

یہ سب فرعون اپنے دور کے موسیٰ سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

دکھاتا ہے خدا جلوہ انہیں اپنی محبت کا
وہ دیتا ہے من و سلویٰ انہیں اپنی محبت کا
کبھی وہ ڈالتا ہے ابتلاء اپنی محبت کا
چکھاتا ہے کبھی وہ مائدہ اپنی محبت کا
یہ مجنوں چُوریوں والے ہیں یہ لیلیٰ سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

کبھی مانگیں پیاز اس سے کبھی یہ ککڑیاں مانگیں
کبھی گندم کبھی دالیں کبھی یہ سبزیاں مانگیں
وہ کہتا ہے کہ مانگو قُرب پر یہ کھیتیاں مانگیں
طلب میں رات دن چسکوں کی یہ اپنا زیاں مانگیں
غلام ایسے ہیں یہ کمبخت جو آقا سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

بدلنا چاہتے ہیں یہ ہر اک اعلیٰ کو ادنیٰ سے
فقط اِمروز کے خواہاں نہیں ہے ربط فردا سے
یہ وہ گمراہ جو بے زار ہیں خضر و مسیحا سے
گدائی کر رہے ہیں بھیک کے ہاتھوں میں ہیں کاسے
یہ وہ بد بخت ہیں جو اپنے ان داتا سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

حکومت بھی جو حاصل ہے وہ ذلت ہے غریبی ہے
جو باگیں موڑتا ان کی وہ دشمن صلیبی ہے
کچھ ان کی بے وقوفی ہے کچھ ان کی بدنصیبی ہے
کھلا دشمن جسے حق نے کہا ان کا قریبی ہے
اسی کی ڈگڈگی پر رقص ہے مولا سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

پرانی اُمتوں کا حال ان پر خوب روشن ہے
وہی ہے طوق گردن میں وہی پیروں میں بندھن ہے
وہی ہیں بجلیاں عرشی وہی ان کے نشیمن ہیں
وہی قبریں وہی سجدے وہی دیگوں کی ٹھن ٹھن ہے
یہ سب عاشق مزاروں کے رسول اللہ سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

یہ ایف سولہ کبھی مانگیں کبھی یہ اسلحہ مانگیں
یہ امریکہ کی آغوشِ محبت میں پناہ مانگیں
حیاء اب اٹھ چکی ہے ان کی کھل کر برملا مانگیں
یہ جس بھی ملک جائیں سوچتے ہیں اس سے کیا مانگیں
کہ دنیا پیر ہے ان کی یہ سب تقویٰ سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

زبوں حالی سے چہرے ہو گئے ہیں داغ داغ ان کے
زمیں پر رُل رہے ہیں پر بہت اونچے دماغ ان کے

Email: arshimalik50@hotmail.com

وہاں اب خاک اُڑتی ہے جہاں قائم تھے باغ ان کے
کبھی روشن تھے لیکن اب نہیں جلتے چراغ ان کے
حسد ہے ان کو ہر کامل سے ہر اعلیٰ سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں
یہ کوئے مور بن بیٹھے ہیں بال و پر ہیں مانگے کے
سبھی کچھ ایک دھوکا ہے یہ سب منظر ہیں مانگے کے
حقیقی سے جو لگتے ہیں وہ دانشور ہیں مانگے کے
دھرے ہیں ان کے کاندھوں پر جو عرشی سر ہیں مانگے کے
یہ وہ ابلیس جو آدمؑ کے جاہ و جا سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

چھپی رہتی ہے فرعونی اگر طاقت نہ ہو حاصل
ہنر بھی عیب ہوتے ہیں نہ ہو معشوق گر مائل
دلائل گر نہ ہوں پختہ کوئی ہوتا نہیں قائل
زمیں کا رزق بن جاتی ہیں جو قومیں ہوئی سائل
کہ یہ نادان اور منگتے ہر اک دانا سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

ہر اک فرعون کو جھک جھک کے یہ پرنام کرتے ہیں
خود اپنے دین کو دنیا میں یوں بدنام کرتے ہیں
کب اپنے بھائیوں کی عزت و اکرام کرتے ہیں
اخوت کا روا داری کا قتلِ عام کرتے ہیں

یہودی ہیں مسیحؑ ِ وقت کے دعویٰ سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

Email: arshimalik50@hotmail.com

پجاری عقل کے ہیں عشق کے دعوٰی کے دشمن ہیں
یہ خود بے دست و پا ہیں پر یدِ بیضا کے دشمن ہیں
ہیں محرومِ بصارت اور ہر بینا کے دشمن ہیں
بہت افسوس یہ مردے ہیں پر احیاء کے دشمن ہیں
ہیں قبروں میں پہ سّرِقُم باِذن اللہ سے باغی ہیں
مریضِ جاں بلب ہو کر بھی یہ عیسیٰ سے باغی ہیں

☆☆☆

سب کچھ تری عطا ھے
گھر سے تو کچھ نہ لائے

دُھل جائیں میرے دل سے آلائشیں جہاں کی
ہو جائیں سرد ساری گرمائشیں جہاں کی
پوری نہ ہوں گی مجھ سے فرمائشیں جہاں کی
مٹی مری نظر میں آرائشیں جہاں کی
تیری لگن میں بھائے ہر پل مجھے تڑپنا
میرے لئے یہی ہیں آسائشیں جہاں کی

کچھ ایسی کر تجلی دل نور میں نہائے
سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

جو گیت پھوٹتا ہے وہ درد میں بھرا ہے
دل چھید چھید ہو کر اک بانسری بنا ہے
تو اسطرح سے میری سوچوں میں آ بسا ہے
جیسے صدف میں کوئی موتی سما گیا ہے
دنیا کی سمت سے جب میں نے کواڑ ڈھوئے
اک اور سمت دیکھی اک اور در کھلا ہے

ہر آن تو نے مجھ کو نکتے نئے سجھائے
سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

منظور اب کسی کی مجھ کو نہیں رفاقت
کافی ہے تو نہیں ہے غیروں کی کوئی حاجت
رگ رگ میں میری رقصاں پیارے تری محبت
تیرے بغیر جینا بے کار کی مشقت
تیری رضا کی خاطر اپنی رضا کو چھوڑوں
اپنے کرم سے مجھ کودے ایسی استقامت

تو ہی بنے سہارا جب پاؤں لڑکھڑائے
سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

مجھ کو نہ سونپ دینا اپنے سوا کسی کو
رسوا کبھی نہ کرنا تو میری بے بسی کو

ایسا کمال دے دے تو مجھ بری بھلی کو
جس راہ پر چلوں میں پہنچے تری گلی کو
اک تیری چشم پوشی ہی میرا آسرا ہے
کر لے قبول پیارے تو مجھ گری پڑی کو

دکھ درد ہی تو مجھ کو تیری گلی میں لائے
سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

ہر اک سے پوچھتی تھی میں تیرے گھر کا رستہ
جس طرح کوئی پیاسا پانی کو ہو ترستا
دیوانگی کو میری سمجھا سبھی نے ستا
جو شخص دیکھتا تھا بے اختیار ہنستا
پھر تیری رحمتوں کی بدلی نے مجھ کو ڈھانپا
اب دیکھتی ہوں خود پر چھاجوں یہ مینہ برستا

کتنے گھنے ہیں پیارے تیرے کرم کے سائے
سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

کچھ بھی نہیں یہ دنیا بازار کے علاوہ
ہر شے یہاں میسّر دلدار کے علاوہ
کس در پہ حاضری دوں میں یار کے علاوہ
میں سر کہاں جھکاؤں دلدار کے علاوہ
جب قافیہ بھی ڈھونڈوں کہتا ہے کوئی مجھ سے
کچھ بھی تلاش مت کر دیدار کے علاوہ

تب دل سے ہوک اٹھے مجھ کو بہت رُلائے
سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

باتیں مری پرانی قصہ وہی پرانا
کب تک سنائے جاؤں یہ درد کا فسانہ
دو عشق ایک دل میں کیسے سمائیں جاناں
دنیا میں اس لئے تو آیا نہیں نبھانا
مالک میں تھک چکی ہوں دل ہے اچاٹ اپنا
کتنا ہے اس جہاں میں اب اور آب و دانہ

تیرے سوا کسی کا عرشی نہ قرب بھائے
سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

سیانے بھی جہاں لُٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

نگاہوں میں خدائے پاک کی مردار ہے دنیا
سبھی نبیوں کا کہنا ہے ذلیل و خوار ہے دنیا
بظاہر خوب رُو ہے صاحبِ دستار ہے دُنیا
مگر جب معاملہ در پیش ہو عیار ہے دنیا
دُکاں شیطان کی ہے اس کا کاروبار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لُٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

سجاتی ہے یہ خود کو تا ہمیں غافل کیے رکھے
اداؤں سے ہمیں اپنی سدا گھائل کیے رکھے
بُھلا بیٹھیں خدا کو اس قدر مائل کیے رکھے
کئی آنوں بہانوں سے ہمیں قائل کیے رکھے
بھلا دیتی ہے سب ہوش و خرد ہشیار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

ذلیل و خوار یہ مردار بکری سے زیادہ ہے
ہے بوڑھی بدشکل لیکن حسیں اس کا لبادہ ہے
جکڑلے سب کو اپنے جال میں اس کا ارادہ ہے
اسی مقصد کی خاطر مدتوں سے ایستادہ ہے
بلاتی ہے سرِ راہ ، شام کا اخبار ہے دُنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

اسے کتنا بھی ہم چاہیں، مگرکل چھوڑ جائے گی
بہت ہے عاشق و شیدا مگر منہ موڑ جائے گی
بنے گی اجنبی اور سارے رشتے توڑ جائے گی

Email: arshimalik50@hotmail.com

پکڑ میں یہ نہ آئے گی یکایک دوڑ جائے گی
پھسل جاتی ہے ہاتھوں سے عجب مکار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

جو اس کے مال پر نازاں ہے کل مفلس کھڑا ہو گا
منافع اس کا کم ہو گا مگر گھاٹا بڑا ہو گا
یہ وہ دلدل ہے جس میں کچھ نہ کچھ ہر اک گڑا ہو گا
اسے چاہے گا جس کی عقل پر پردہ پڑا ہو گا
اور اس پر بھی ہر اک نادان کو درکار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

نہ جانے ہر گھڑی کتنوں کو یہ برباد کرتی ہے
یہ شیریں، عاشقوں کو عشق میں فرہاد کرتی ہے
یہ کُھدواتی ہے نہریں، ہر گھڑی بیداد کرتی ہے
لگاتی ہے نئے لارے، نئی اُفتاد کرتی ہے
بظاہر نور، لیکن در حقیقت نار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

یہ اپنے رنگ میں سبکو رنگے، کیسا کمال اس میں
اگر پانی کو بھی چُھو لے، تو آجائے اُبال اس میں
عروج ایسا ہے دنیا کا کہ پوشیدہ زوال اس میں
یہاں کالا ہی کالا ہے نہ دیکھی ہم نے دال اس میں
مگر 'تڑکا' کچھ ایسا ہے کہ خوشبو دار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

یہ دنیا کی کمائی کیا ہے بس مٹی کا ڈھونا ہے
خدا کی گر رضا مل جائے تو پاسے کا سونا ہے
وگرنہ آگ ہے، ذلت ہے شعلوں کا بچھونا ہے
وہاں پھر چیخنا ہے، سر پٹخنا اور رونا ہے

کُھلے گر آنکھ اندر کی تو پھر بے کار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

بہت سوں کو فقط چُلو میں یہ اُلو بناتی ہے
یہ اپنی انگلیوں پر ناچ لاکھوں کو نچاتی ہے
بہت غمزے، بہت عشوے، بہت جلوے دکھاتی ہے
کسی کو یہ چڑھاتی ہے کسی کو یہ گراتی ہے
خسارہ جس میں سو فی صد، وہ کاروبار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

نہ اس کی ابتداء نہ انتہا معلوم ہوتی ہے
زمانے کھا گئی کتنے بلا معلوم ہوتی ہے
نظر کی بات ہے یہ کس کو کیا معلوم ہوتی ہے
مجھے تو یہ کسی کی بدعا معلوم ہوتی ہے
بہت ہی مطلبی ہے کب کسی کی یار یہ دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

مسافر ہو تو زادِ راہ لو اور راستہ پکڑو
نہ اس کے ریشمی پھندے میں اپنے آپ کو جکڑو
خدا کے سامنے طاقت نہ کام آئے گی اے تکڑو
جہاں جھکنا ہے لازم اس جگہ بیکار مت اکڑو
خدا والوں کی خادم ہے کفش بردار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

بہت یہ بے وفا ہے کل تری تھی آج میری ہے
ہر اک عاشق کو اپنے کھا گئی کب اس کو سیری ہے
جہاں کل قمقمے تھے آج وہ بستی اندھیری ہے
کوئی عاقل اگر ہو تو نصیحت یہ بہتیری ہے
سدا سے زہر میں ڈوبی ہوئی تلوار ہے دنیا

سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

ہو جس پر مہرباں یہ دین کو اس کے چبا جائے
یہ وہ آندھی ہے شہتیروں کو جو تنکا بنا جائے
خدا کا آسرا ہی اس کے مکروں سے بچا جائے
اگر ہوں بند دروازے تو یہ کھڑکی سے آ جائے

حیاء اس میں نہیں کوئی زنِ بدکار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

رہِ مولا کے ہر راہی کی رہزن ہے یہی دنیا
نہیں گھر جس کا کوئی اس کا مسکن ہے یہی دنیا
رنگا رنگ رونقوں سے گو مزین ہے یہی دنیا
بظاہر خوب رُو اندر سے ناگن ہے یہی دنیا

سلجھ پاتی نہیں اک عقدہِ دشوار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

بڑھا لو جس قدر بھی دوستی یہ بے وفا تو ہے
تو پھر نادان کیوں بنتے ہو تم ہم کو پتہ تو ہے
ہر اک کو واسطہ تھوڑا بہت اس سے پڑا تو ہے
پھر اس کی بے وفائی کا ہر اک دل میں گلہ تو ہے

بظاہر دوست لیکن در پئے آزار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

کبھی یہ تخت بن جائے کبھی یہ دار بن جائے
کبھی کانٹوں بھری جھاڑی کبھی گلزار بن جائے
کبھی ہو آشنا اور یک بیک اغیار بن جائے
کسی کے واسطے روزہ کہیں افطار بن جائے

کہیں تنگی کہیں تُرشی ،کہیں بسیار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

جہاں تقدیر آ جکڑے وہاں ناقص ہیں تدبیریں
ہر اک جنبش پہ بج اٹھتی ہیں اک قیدی کی زنجیریں
یہ سب رنگینیاں دنیا کی میرا اور دل چیریں
بنی ہوں جیل کی دیوار پر جس طرح تصویریں
کسی فنکار کے فن کا عجب شہکار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

یہ اک بازار ہے ، بازار میں ڈیرا نہیں اچھا
انہیں گلیوں میں صبح و شام کا پھیرا نہیں اچھا
تمناؤں کا دل پر اس قدر گھیرا نہیں اچھا
گنوا کر وقت ، ملنا ہاتھ کا تیرا نہیں اچھا
کچوکے بعد میں دے گی بہت بدکار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

فنا ہے نقش عرشی ،اس کی ہر شئے پر ہمیشہ سے
بناؤ جو بھی اس کے ٹوٹنے کا ڈر ہمیشہ سے
یہیں پر دل لگا لیتے ہیں اہلِ زر ہمیشہ سے
سرائے کو سمجھ لیتے ہیں ناداں گھر ہمیشہ سے
لبھا لیتی ہے سب کو کتنی پر اسرار ہے دنیا
سیانے بھی جہاں لٹ جائیں وہ بازار ہے دنیا

☆☆☆☆☆☆☆

مالک

میں کسی بھی امتحاں میں ہو نہ پائی کامیاب
اپنے ہاتھوں میں نے پھاڑا اپنے جیون کا نصاب
میں ہوں وہ موتی جو اپنی کھو چکا سب آب و تاب
دیکھتی رہتی ہوں لیکن میں ترے فضلوں کے خواب

بخش دے مالک مجھے میں سر پھری جیسی بھی ہوں
تیری ہی بندی ہوں میں اچھی بری جیسی بھی ہوں

دربار

چھوٹے چھوٹے شاہوں کے درباروں میں
باوردی دربان کھڑے ہیں پہرے ہیں
تیز عقابی نظروں والے چہرے ہیں
ہم جیسے گمناموں کا کیا کام یہاں
ہاں لکھوانا پڑتا ہے
ہر اک آنے والے کو
عہدہ، رتبہ، اتہ پتہ اور نام یہاں
یہ اطوار جو دیکھے ہم نے
چھوٹے چھوٹے فرعونوں کو عرشی سات سلام کئے
مدت بیتی ان راہوں سے گذرے اور کلام کئے

....

میں نے اب اک شاہ چنا ہے
ایسا جہاں پناہ چنا ہے
شان نرالی جس کی سب درباروں سے
چاہ سے ملتا ہے وہ میرے جیسے گنہ گاروں سے
روز و شب اس کا دربار کھلا رہتا ہے
نہ کوئی روک نہ ٹوک نہ پہرے دار کھلا رہتا ہے
ہر اک خاص و عام یہاں آ سکتا ہے
اپنے دکھڑے اپنے درد سنا سکتا ہے

اپنے زخم دکھا سکتا ہے
مرہم بھی لگوا سکتا ہے

....

ٹوٹے دل والے میرٹ میں ٹاپ پہ ہیں
اونچی شانوں والے کافی بعد میں ہیں
سردی گرمی یہ دربار کھلا رہتا ہے
برکھا ہو یا خزاں بہار کھلا رہتا ہے
جاگتا رہتا ہے وہ یار کھلا رہتا ہے

....

دنیا کے درباروں کے برعکس یہاں
جب چاہے فریادی آ جا سکتا ہے
اس کے عاشق رات گئے تک اس سے باتیں کرتے ہیں
اس کی چاہ میں جیتے ہیں اور اس کے نام پہ مرتے ہیں
جب پڑھیں قرآن وہ ان سے باتیں کرنے لگتا ہے
پہروں کرتا رہتا ہے کب تھکتا ہے

....

سارے بندھن توڑ کے جو بھی اس چوکھٹ پر آئے گا
لطف فقیری میں شاہی کا پائے گا
چھوٹے چھوٹے فرعونوں کے چنگل سے چھٹ جائے گا

نُسخہِ کیمیا

سُرمہ ہے میری آنکھ کا مُرشد کی خاکِ پا
اکسیر ہے یہ نسخہ اسے تو بھی آزما
پہلے پہل تو آنکھ میں لگتا ہے یہ ذرا
کرتا ہے پھر یہ تیز بصارت بلا شبہ
عجز و فروتنی ہے ہر اک درد کی دوا
عرشی جو آدمی کو بناتی ہے کیمیا

☆☆☆☆☆☆

پیغام حضورِ انور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ——— نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

پرائیویٹ سیکرٹری
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

6.4.02

مکرمہ عرشی ملک صاحبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مع تازہ کلام موصول ہوا۔ بعد ملاحظہ و دعا حضور انور نے رسید فرمایا ہے۔

"ماشاء اللہ ہمیشہ کی طرح یہ بھی اچھا کلام ہے"

اللہ تعالیٰ آپ کے جذبات کو قبول فرمائے اور بیش از بیش خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین۔

تمام داعیات الی اللہ کو حضور انور کی طرف سے سلام اور دعا۔

دعوت الی اللہ کے متعلق حضور انور کے ارشادات کو سب داعیات پیش نظر رکھا کریں۔

خاکسار

منیر احمد جاوید

پُل صراط

کچھ تو تاریکیاں ہیں باہر کی اور اندر بھی روشنی کم ہے
ہیں حجابات تہہ بہ تہہ مولا اور بصیرت کا نور مدھم ہے
تیرے رستے کے رہ نوردوں کو مال و دولت حجاب ہے مولا
علم بھی ہے حجاب کا باعث اور جہالت حجاب ہے مولا
حُسن دنیا ہے ریشمی پھندہ اس کی چاہت حجاب ہے مولا
بے شعوروں کو کج اداؤں کو ان کی غفلت حجاب ہے مولا
جو ہیں بے زار اپنے خالق سے ان کی نخوت حجاب ہے مولا
محض عادت جنہیں نمازوں کی ان کی عادت حجاب ہے مولا
نوجوانی کی جب بہاریں ہوں حسن و صورت حجاب ہے مولا
خدمت خلق پر جو نازاں ہیں ان کو خدمت حجاب ہے مولا
حکمرانوں کو گر بصیرت ہو تو حکومت حجاب ہے مولا
اقتدار اپنا ہی پجاری ہے اس کی فطرت حجاب ہے مولا
وہ جو نام و نسب پہ نازاں ہیں واں اِرادت حجاب ہے مولا
عالموں کو ہے دو گنا خطرہ علم و حکمت حجاب ہے مولا
اولیا ہو کے ہے جدا مشکل تب کرامت حجاب ہے مولا
جاہ کی بھی طلب نہیں اچھی اس کی لذت حجاب ہے مولا
سارے عابد نماز کے رسیا پر امامت حجاب ہے مولا
مٹ گئے تیرے عشق میں زاہد اور اطاعت حجاب ہے مولا
ایسے گوشہ نشیں بھی دیکھے ہیں جن کو خلوت حجاب ہے مولا

جب شجاعت پہ ناز ہو اپنی تب شہادت حجاب ہے مولا
مولوی سی اگر شریعت ہو تو شریعت حجاب ہے مولا
با وضو رات دن ہو گو مُلا یہ طہارت حجاب ہے مولا
وہ جو طالب ہیں صرف جنت کے ان کو جنت حجاب ہے مولا
شعر لکھوں تو دل یہ کہتا ہے یہ بھی علت حجاب ہے مولا
ہاں یہی پل صراط ہے عرشیؔ دھار تلوار کی یہی تو ہے
کوئی دائیں گرا کوئی بائیں راہ اس یار کی یہی تو ہے

فاصلے فاصلے فاصلے

۱۹۷۱ء (۳۸ سال پُرانی نظم)

جس طرف میں نے دیکھا یہی تھا سماں
جنگ تھی زندگی موت کے درمیاں
اک طرف زندگی میں لہو کی تپش
اک طرف موت کی زرد پرچھائیاں
اک طرف چیخ تھی اک طرف قہقہے
ہر طرف فاصلے فاصلے فاصلے

ایک بچی کے بالوں میں تنکے اٹے
ایک بچی کے سر میں ربن تھے سجے
ایک تتلی سی رنگین ملبوس میں
اک کے تن پر لٹکتے ہوئے چیتھڑے
ایک شوخی کرے ایک آہیں بھرے
ہر طرف فاصلے فاصلے فاصلے

اک کلی گیسوؤں میں سجا لی گئی
ایک پیروں تلے آ کے مسلی گئی
اک کا آنسو گرا تو زمانہ ہلا
ایک رویا تو جیسے ندی بن گئی

میرے مالک گِلا کون تجھ سے کرے
ہر طرف فاصلے فاصلے فاصلے
ایک بیوہ کا معصوم نورِ نظر
نوکری کے لئے تھا پھرا در بدر
اور جہاں اس کو امید تھی اس جگہ
منتخب ہو گیا سیٹھ جی کا پسر
ایک ہنس کر جئے ایک رو کر مرے
ہر طرف فاصلے فاصلے فاصلے

رات بھر سیٹھ خوب عیش کرتا رہا
رات بھر کارکن خوں اُگلتا رہا
ایک مخمل کے بستر پہ سوتا رہا
ایک سردی میں شب بھر ٹھٹھرتا رہا
اور گزرتے رہے وقت کے قافلے
ہر طرف فاصلے فاصلے فاصلے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس لئے تیرے در پہ آبیٹھے

ہے طبیعت میں سوگواری بھی تو نے حساس بھی بنایا ہے
ہم کہ بے سمت بھی تھے بے پر بھی تو نے خود راہ پر لگایا ہے
تیرے قرباں نہ کس طرح جاؤں تو نے بڑھ کر گلے لگایا ہے
کون سنتا تھا قصۂ غم کو تجھ کو بتلا کے چین آیا ہے

اس طرح آج کھل کے ہم روئے ہم نے سب کو رُلا دیا عرشی
اس لئے تیرے در پہ آبیٹھے ہم کو سب نے اٹھا دیا عرشی

خواب جو جاگتے میں دیکھے تھے ہو کے ٹکڑے ہزار ٹوٹے ہیں
سب امیدیں بکھر گئیں اپنی آرزوں کے ہار ٹوٹے ہیں
جو گھروندے بنائے تھے ہم نے مانندِ ریگ زار ٹوٹے ہیں
خود کو مضبوط ہم نے سمجھا تھا ہم مگر بار بار ٹوٹے ہیں

راز جس کو چھپا کے رکھنا تھا بیچ محفل سنا دیا عرشی
اس لئے تیرے در پہ آبیٹھے ہم کو سب نے اٹھا دیا عرشی

یہ جہاں اک سرائے حیرت ہے اس میں کیونکر بسر کرے کوئی
راستے پر خطر اندھیرے ہیں کیسے تنہا سفر کرے کوئی
یہ سفر ہم سے طے نہ ہو پایا ہے تمنا مگر کرے کوئی
کچھ تو ایسا بھی لکھ سکوں شائد جو دلوں پر اثر کرے کوئی

تیرے رحم و کرم نے ڈھانپا ہے ہم کہاں کے تھے پارسا عرشی
اس لئے تیرے در پہ آبیٹھے ہم کو سب نے اٹھا دیا عرشی

شاعرہ کے مجموعہ ہائے کلام